ابنِ صفی

جلد نمبر
10

جاسوسی دنیا

30- مونچھ مونڈنے والی

31- گیتوں کے دھماکے

32- سیاہ پوش لٹیرا

جاسوسی دنیا نمبر 31

گیتوں کے دھماکے

(مکمل ناول)

خونی آگ

ادھر کچھ دنوں سے سر جنٹ حمید پر موسیقی کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ دن ہے تو وائیلن اور رات ہے تو وائیلن۔ اس دن رات کی ریں ریں ٹیں ٹیں سے عاجز آکر فریدی نے ایک دن اُس کے دونوں کان پکڑ کر وائیلن سمیت گھر سے باہر نکال دیا۔ حمید بڑی دیر تک کھڑا دیہاگ کا خیال اَلاپتا رہا لیکن فریدی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

آخر حمید نے وائیلن تو وہیں چھوڑا اور خود چل پڑا۔ کچھ عرصہ قبل فلم لائین کے کچھ آدمیوں سے اُس کی دوستی ہو گئی تھی۔ انہیں میں فلم آرٹ پروڈکشن کا میوزک ڈائریکٹر رمیش بھی تھا۔ دوستی کا مقصد حقیقتاً کچھ اور تھا لیکن بھرم بنائے رکھنے کے لئے حمید کو موسیقی کا سہارا لینا پڑا اور اس نے ایک عدد وائیلن بھی خرید لیا۔ وائیلن کا سبق لینے کے بہانے وہ اُس سے تقریباً روزانہ ملتا۔ ملاقات کبھی گھر پر ہوتی اور کبھی اسٹوڈیو میں۔

گھر میں ملاقات زیادہ سود مند ثابت ہوتی تھی کیونکہ رمیش کی داشتہ کم سن بھی تھی اور حسین بھی۔ کسی اچھے گھرانے کی اغواء شدہ لڑکی تھی اور اغواء کا باعث شاید فلم لائین کا چکر ہی بنا تھا۔ بہر حال وہ نہ جانے کتنوں کا نشانہ بنتی ہوئی رمیش تک پہنچی تھی اور رمیش نے اُسے بطور داشتہ گھر میں ڈال لیا تھا۔

حمید نے گھر سے نکل کر رمیش ہی کے گھر کی راہ لی لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رمیش غ

اسٹوڈیو میں ہے۔ اُس کی داشتہ شلی بھی گھر پر موجود نہیں تھی۔ مجبوراً اُسے اسٹوڈیو کا رخ کرنا پڑا۔

اسٹوڈیو کے ایک بڑے کمرے میں خاصہ ہنگامہ برپا تھا۔ تقریباً پندرہ بیس افراد کے بولنے اور ہنسنے کی آوازوں نے کچھ عجیب سی فضا پیدا کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی کوئی پیانو یا کسی دوسرے ساز کو الٹے سیدھے سروں میں چھیڑ دیتا اور کانوں کے پرخچے اڑنے لگتے۔

فلم کی مہورت ہو چکی تھی اور اب میوزک ٹیک کرنے کے لئے ریہرسل پر ریہرسل ہو رہے تھے۔ حمید کو ان ریہرسلوں میں بڑا لطف آتا تھا۔ خصوصاً اُس وقت تو اُس کے پیٹ میں چوہے کودنے لگتے تھے جب فلم کا فائینسر سیٹھ جھٹکو مل بھٹکو مل نخریلی ہیروئن کی ناز برداریاں کرنے لگتا۔

یہ بڑی مشہور ہیروئن تھی۔ حمید اُسے سینکڑوں بار پردۂ سیمیں پر دیکھ چکا تھا اور ہر بار یہ خواہش اُس کے دل میں چٹکیاں لے چکی تھی کہ کاش کوئی ایسی ہی جذباتی، خوش سلیقہ اور حسین عورت اُس کی زندگی بھر کی ساتھی بن سکتی۔

لیکن جب پہلی مرتبہ اُس نے اُسے گوشت و پوست میں دیکھا تو بمشکل تمام اپنی اوبکائی روک سکا۔ ملاقات رمیش کے گھر ہی پر ہوئی تھی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ وہ نشے میں دھت تھی۔ میک اپ اڑ چکا تھا۔ بال پریشان اور جب وہ آنکھیں بھینچ کر ہنستی تو ہونٹوں کے دونوں کنارے ٹھوڑی کی طرف جھک کر ایک بے ڈھنگی سی قوس بنا لیتے۔ حمید پہلے تو یہی سمجھا کہ شاید وہ اسے منہ چڑھا رہی ہے لیکن پھر یقین آ گیا کہ صورت ہی ایسی ہے پھر دوسری ملاقات اُس وقت ہوئی تھی جب وہ نشے میں نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اُسے اتنی اچھی نہ لگی جتنی اچھی فلم میں معلوم ہوئی تھی۔

اسٹوڈیو میں قدم رکھتے ہی اُس پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ کیونکہ ہیروئن سیٹھ جھٹکو مل کی گردن تھامے جھٹکے لگا رہی تھی اور سیٹھ کی بتیسی اس طرح نکلی پڑ رہی تھی جیسے اُس کی تاج پوشی ہو رہی ہو۔ اتنے میں ہوٹل کا لڑکا خالی گلاس سمیٹنے کے لئے آ گیا۔ ہیروئن سیٹھ کو چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"سالا.... تم اندھا ہے۔ کولڈ ڈرنک میں مکھی تھا۔" وہ اُس کی پیٹھ پر دو ہتھڑ جھاڑ کر بولی۔

"مس صاب....!" لڑکا ہکلایا۔

"مس صاحب کا جنا.... پیسہ نائیں ملے گا۔"

''ایسا مت دیکھو۔'' سیٹھ کے پھپھوند لگے ہوئے پیلے دانت باہر نکل پڑے۔''مر جائے گا گریب۔''

لڑکا گلاس سمیٹ کر بھاگ گیا اور وہ پھر سیٹھ کی گردن پکڑ کر جھول گئی۔

رمیش پیانو پر تھا اور شلی اُس کے کاندھے پر ہاتھ ٹیکے کھڑی تھی۔ رمیش کو شاید رقاصہ کے تیار ہو جانے کا انتظار تھا لیکن وہ ڈائریکٹر سے کسی بات پر الجھی ہوئی تھی۔ یہ فلمی دنیا کی سب سے کامیاب اور مشہور رقاصہ تھی۔ اُس نے بہتیری مناسب اور نامناسب شرائط کے ساتھ کنٹریکٹ کیا تھا اس لئے ڈائریکٹر اور میوزک ڈائریکٹر دونوں ہی کو اُس کا تاؤ سنبھالنا پڑتا تھا۔ اُس کے خدوخال دلکش تھے خصوصاً نچلے ہونٹ کا درمیانی خم تو قیامت تھا۔

رمیش کی داشتہ شلی حمید کو دیکھ کر مسکرائی۔ اُس نے آہستہ سے کچھ کہا اور رمیش بھی مسکرانے لگا۔

''اتنے ریہرسل سمجھ میں نہیں آتے۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

''کچھ نہیں.... یہ سالا سیٹھ زیادہ سے زیادہ دنوں تک عیاشی کرنا چاہتا ہے۔'' رمیش آہستہ سے بولا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُسے اپنی پشت پر ایک ہذیانی قسم کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ چونک کر مڑا۔ ایک لحیم شحیم آدمی آگے کی طرف جھکا ہوا ابلیوں کی طرح رمیش کی آنکھوں میں گھور رہا تھا۔

''ہو ہو۔'' اُس نے دونوں ہونٹ سکوڑ کر بڑا سا دائرہ بنایا۔

حمید نے محسوس کیا کہ وہ بُری طرح پیئے ہوئے ہے۔

''یہ کیا بیہودگی ہے؟'' رمیش جھنجھلا کر بولا۔

''توم.... بجاؤ.... ہم ناچے گا.... گلاوتی نائیں ناچے گا۔''

رمیش نے منہ پھیر لیا۔

''ہی.... ہی.... ہی۔'' وہ شلی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ ''توم بڑا سندر ہے.... امارہ دل کارانی۔''

رمیش دانت پیستا ہوا اٹھا۔ دوسرے لمحے میں اُس کا ہاتھ شرابی کے گریبان پر تھا اور پھر جو ایک گھونسہ اُس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا تو ستارے ہی ناچ گئے ہوں گے اُس کی آنکھوں کے

سامنے۔ لوگ دوڑ پڑے۔

"کیا بابا.... میوجک ڈائریکٹر صاحب۔" سیٹھ ہانپتا ہوا بولا۔

"خون پیئوں گا....!" شرابی اٹھ کر رمیش کی طرف جھپٹا لیکن دو تین آدمی بیچ میں آ گئے۔

"کیا بات ہے؟" ڈائریکٹر آگے بڑھ کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" رمیش چیخ کر بولا۔ "میں کام نہیں کروں گا۔"

"کیا مصیبت ہے۔" ڈائریکٹر نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ "میں تو بڑے جنجال میں پھنس گیا۔"

"سب آپکی کمزوری کا نتیجہ ہے۔" رمیش بولا۔ "میں کہتا ہوں ایسے لوگ یہاں آئیں ہی کیوں؟"

"میوجک ڈائریکٹر صاحب تم ہمارے دوست کو جلیل کیا۔" سیٹھ بگڑ گیا۔

"میں سالے کا خون پی لوں گا۔"

"میوجک ڈائریکٹر صاحب۔"

"سیٹھ صاحب۔ اگر یہ کل سے یہاں آیا تو میں نہیں آؤں گا۔"

"آئے گا کیسے نہیں۔ کنٹریکٹ سائین کیا ہے۔ نہیں آئے گا تو ہم مکدمہ چلا دے گا۔"

"اور میں چھرا مار کر تمہاری توند برابر کر دوں گا۔"

"تم ہم کو بھی جلیل کیا۔" سیٹھ بھنا کر ناچ گیا۔

اس ہنگامے کے دوران میں کسی نے ہیروئن کا پیر کچل دیا۔ اُس نے ایک چیخ ماری اور اچھل کر صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔

سیٹھ بوکھلا کر اُس کی طرف دوڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....؟"

"تمہاری ماں کا خصم.... ہائے.... ارے.... رے۔" ہیروئن کراہی۔

"ارے رام.... کھون.... ڈاکٹر....!" سیٹھ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ارے.... ارے.... ہائے۔"

شرابی کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی اب ہیروئن ہی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حمید رمیش اور شلی الگ کھڑے تھے۔

''آؤ چلیں۔'' رمیش آہستہ سے بولا۔''اس کتا خصی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو اب نہیں آؤں گا۔ دیکھتا ہوں سالا کیا کر لیتا ہے۔'' وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

''یہ روز کا دھندا ہے حمید صاحب۔'' رمیش کہہ رہا تھا۔''جب تک انڈسٹری پر جاہل اور کمینے قسم کے لوگ چھائے رہیں گے یہی ہوتا رہے گا۔ جنہیں علم کی دولت ملی ہے جو ذہین ہیں اُن کے پاس پیسہ نہیں ہے۔''

''لیکن یہ تھا کون؟'' حمید نے پوچھا۔''میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔''

''ضرور دیکھا ہوگا۔ اول درجے کا بدمعاش اور کمینہ ہے۔ سیٹھ کو لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔''

''نام کیا ہے؟''

''ڈرجن.....!''شلی نے کہا۔''کیا اُسے اپنی لسٹ پر چڑھایئے گا۔''

''آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔'' حمید بولا۔

''کئی بار شلی کو چھیڑ چکا ہے۔'' رمیش نے کہا۔''اور اب شاید اُس کی موت ہی آگئی ہے۔''

''نہیں نہیں۔ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب میں یہاں نہیں آؤں گی۔''

وہ ریستوران میں آکر بیٹھ گئے۔

شلی بڑی شوخ لڑکی تھی لیکن اس وقت اُس کے چہرے پر صحت آثار سرخی نہیں تھی۔ وہ سرخی جو ہنستے وقت کچھ اور گہری ہو جاتی تھی۔ اُس کی عمر انیس بیس برس کے قریب رہی ہوگی۔ لیکن چہرے پر پکا پن نہیں تھا۔ بچپن کے سارے نقوش معصومیت سمیت ابھی تک باقی تھے۔ اُسے دیکھ کر یہ کہنا دشوار تھا کہ وہ اب کنواری نہیں رہی۔ جسم کہرا اور نازک تھا اور یہ نزاکت اُس وقت اور زیادہ واضح ہو جاتی جب وہ اپنی سبک سی لابنی گردن میں سفید ریشمی رومال لپیٹ لیتی تھی۔ پتہ نہیں یہ اُس کی اختراع تھی یا ضرور تاایسا کرتی تھی۔

''چھوڑو یار.....!'' حمید رمیش کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔''کہاں کی بوریت لے بیٹھے۔ میں اُسے دیکھ لوں گا۔''

''اور میں کب پرواہ کرتا ہوں۔'' رمیش نے چھوکرے کو آواز دی۔

''آپ کیوں چپ ہیں۔'' حمید نے شلی سے پوچھا۔

"نہیں تو۔" اُس کے ہونٹوں پر ایک مضمحل سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "درجن اچھا آدمی نہیں ہے۔"

"اسی وقت بند کرادوں؟" حمید بولا۔

"کیا ضرورت ہے۔" رمیش نے کہا۔ "میں ایسوں کو سیدھا کرنا جانتا ہوں۔ میرے ہاتھ صرف پیانو ہی پر نہیں چلتے۔ گلا بھی گھونٹ سکتے ہیں۔"

"تمہارا گھونسہ بڑا شاندار تھا۔" حمید بولا۔

رمیش اپنے چوڑے چکلے سینے کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ ابھی کافی ختم نہیں کرپائے تھے کہ فلم کا ڈائریکٹر مسعود آ گیا۔

"شکر ہے تم یہیں مل گئے۔" مسعود نے رمیش کو مخاطب کیا۔ رمیش کے ہونٹ پہلے سے بھی زیادہ تلخ انداز میں سکڑ گئے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر مسعود ہی بولا۔

"آج کے واقعے پر مجھے افسوس ہے۔ شاید دوبارہ اس کی نوبت نہ آئے۔"

"ہوں....!" رمیش سگریٹ سلگانے لگا۔

"اب وہ اسٹوڈیو میں نہیں آئے گا۔" مسعود نے کہا۔

"آئے یا نہ آئے۔ میں اب نہیں آؤں گا۔"

"یار کہہ تو دیا.... میں اب وعدہ کرتا ہوں۔"

"مسعود صاحب۔ دوستی اپنی جگہ پر اور بزنس....!"

"چھوڑو یار۔ ختم کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

دونوں میں بڑی دیر تک ردو قدح ہوتی رہی۔ آخر مسعود نے کسی نہ کسی طرح رمیش کو راضی ہی کر لیا۔

"شلی تم گھر جاؤ۔" رمیش نے کہا۔

"کیوں؟ میں نہیں جاتی۔ ساتھ چلیں گے۔"

"آج سبھی مجھے تنگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔" رمیش جھنجھلا کر بولا۔

"اوہو! تو بات کیا ہے۔" شلی نے منہ پھلا لیا۔

رمیش اٹھ کر مسعود کے ساتھ چلا گیا۔ حمید اور شلی بیٹھے رہے۔ حمید اُس کی پیالی میں دوبارہ

کافی انڈیلنے لگا۔

"غصے کی حالت میں اور زیادہ حسین ہو جاتی ہو۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"اور اگر اسی حالت میں ہاتھ اٹھ جائے تو ریٹا ہیورتھ معلوم ہونے لگتی ہوں۔"

"بڑے نازک ہیں تمہارے ہاتھ۔" حمید اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"اوہ.... سچ کہہ رہے ہیں آپ....؟" شلی خوشی ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

"بالکل.... تم بڑی حسین ہو۔"

"بینک بیلنس کتنا ہوگا تمہارا؟" شلی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"زیادہ نہیں.... یہی کوئی.... بیس بائیس ہزار۔"

"بس.... لیکن رمیش لکھ پتی ہے اور اب میں کسی کروڑ پتی کے خواب دیکھ رہی ہوں۔"

"مگر تم تو کہتی تھیں کہ تمہیں رمیش سے محبت ہے۔"

"محبت.... محبت تو مجھے تم سے بھی ہے۔" شلی نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "مجھے ہر فضول آدمی سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"تو کیا میں فضول ہوں؟"

"ہر وہ آدمی فضول ہے جو کسی مخصوص عورت کے پیچھے وقت اور پیسہ برباد کرتا ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ہر عورت.... عورت ہوتی ہے۔ چاہے وہ شلی ہو چاہے سڑک کے کنارے گھسٹنے والی کوئی مفلوج بھکارن۔"

"مگر وہ شلی کی طرح حسین نہیں ہو سکتی۔"

"حسن" شلی نے تلخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "حسن تمہارے کس کام آتا ہے۔ حسن سے تمہیں کیا ملتا ہے؟"

حمید بوکھلا گیا۔ اُسے اُس سے ایسی گفتگو کی توقع نہ تھی۔ وہ اُسے صرف ایک کھلنڈری اور بے پرواہ لڑکی سمجھتا تھا۔ اُسے خواب میں بھی گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اتنی کھردری قسم کی حقیقت پسند ثابت ہوگی۔

"شلی .... مجھے معاف کرنا۔" وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ "میری شخصیت کا پس منظر بڑا

تاریک ہے۔ بچپن میں میں بھی میں پیار کی مٹھاس سے محروم رہا ہوں۔ باپ دن میں کم از کم چھ بار ضرور پیٹتا تھا اور ماں دن بھر کوستی رہتی تھی.... پھر تم سمجھ ہی سکتی ہو کہ ان حالات میں پروان چڑھا ہوا بچہ کیسا ہو گا۔"

"کیا میری باتوں سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے؟" شلی نے بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... تم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا.... گدھ صرف لاش نوچا کرتے ہیں۔ چاہے وہ کتے کی ہو یا سور کی۔"

شلی ہنس پڑی۔ "جب کوئی ہنسوڑ آدمی سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے تو میں بے اختیار ہنس پڑتی ہوں۔"

"نہیں شلی مجھے افسوس ہے۔"

"مجھے بھی افسوس ہے۔ لیکن سنو۔ بُرے لوگ بھی بااصول ہوتے ہیں۔ میں آج کل صرف رمیش کی پابند ہوں۔"

"ویسے تمہیں حقیقتاً اُس سے محبت نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"اوہو۔ تم نے پھر وہی بات چھیڑ دی۔ میں نے کہا نا کہ مجھے اس کائنات کے ذرے ذرے سے محبت ہے۔ مجھے اُن سے بھی نفرت نہیں جو مجھے اس زندگی میں لائے تھے۔ مجھے اُس سے بھی نفرت نہیں جس نے دو ماہ تک میرے جسم کا بیوپار کیا تھا۔ میں نے اُن سب کو اس طرح نظرانداز کر دیا جیسے بچپن کے زمانے میں اپنے پیروں میں چبھ جانے والے کانٹوں کو نکال کر مطمئن ہو جایا کرتی تھی۔"

"اگر تم شاعری نہیں کر رہی ہو تو دنیا کی عجیب ترین عورت ہو۔" حمید بولا۔

"اچھا ہی ہوا کہ میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی ورنہ تم اُسے ممتاز مفتی کی کہانی سمجھ بیٹھتے۔"

"اوہ تو تمہیں ادب سے بھی دلچسپی ہے؟"

"میں جاہل تو نہیں ہوں حمید صاحب۔" شلی نے بُرا مان کر کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "ہاں.... وہ بات کیا تھی؟"

"مجھے ایک آدمی سے نفرت ہے حالانکہ اُس نے مجھے جسموں کے ایک بیوپاری کے پنجے سے

رہائی دلائی تھی پھر اپنے گھر میں پناہ بھی دی۔ میری کفالت کرتا رہا لیکن جانتے ہو مجھے اُس سے کیوں نفرت ہوگئی؟ مجھے خود بھی حیرت ہے۔ مجھے اُس سے اس لئے نفرت ہوگئی کہ اُس نے اپنی اُن مہربانیوں کا معاوضہ نہیں طلب کیا اور میں تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ وہ فرشتہ نہیں ہے۔ اُس کی زندگی زیادہ تر طوائفوں ہی میں بسر ہوتی ہے۔''

''لیکن تم اُس سے متنفر کیوں ہوگئیں؟'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ یہ واقعہ لاشعور کے کسی افسانے کا مرکزی خیال بن سکتا ہے۔''

''چھوڑو بھی ہم کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔'' شلی اکتا کر بولی۔ ''تم مجھے اپنے فریدی صاحب سے کب ملا رہے ہو۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا صرف کارنامے سنے ہیں۔ بڑے خوفناک آدمی ہوں گے۔''

''اگر تم اس شہر میں رہتی ہو تو تم نے کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہوگا۔ لیکن تمہارے دل میں بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اس شخص کے ہاتھ سینکڑوں خوفناک آدمیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ یا یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی شہرت ساری دنیا میں ہے۔''

''تو کب ملا رہے ہو؟''

''کسی مناسب موقع پر۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''لیکن تمہارے سینے میں جو ننھا سا دل ہے نا اُسے گھر ہی پر چھوڑ دینا۔''

''کیوں....؟''

''خطرناک آدمی ہے۔ اس شہر کی بے شمار عورتیں اُس پر مرتی ہیں لیکن وہ کسی کو جوتے کی نوک پر بھی نہیں مارتا۔''

''بہت خوب صورت آدمی ہیں؟'' شلی نے پوچھا۔

''خیر.... مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔''

''تمہاری شکل میں زنانہ پن ہے۔'' شلی نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا....؟'' حمید منمنایا۔ ''تمہارے چہرے پر خدا نے چاہا تو ڈاڑھی نکل آئے گی۔''

شلی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باہر سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے کسی آدمی کو مخاطب

کر کے زور سے کہا۔ ”اسٹوڈیو میں بم پھٹا ہے۔“

”کیا....؟“ شلی حمید کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے بولی۔ ”اسٹوڈیو میں بم پھٹا ہے؟“

حمید اٹھ کر اُس آدمی کے قریب آیا جس نے یہ اطلاع دی تھی۔

”کہاں بم پھٹا ہے؟“ اُس نے اُس سے پوچھا۔

”اسٹوڈیو میں.... میوزک ڈائریکٹر....!“

”کیا؟“ شلی تقریباً چیخ پڑی۔

”میوزک ڈائریکٹر کے چیتھڑے اڑ گئے۔“

شلی بے تحاشہ اسٹوڈیو کی طرف بھاگ رہی تھی۔ حمید نے اُسے آوازیں بھی دیں لیکن وہ بھاگتی ہی گئی.... پھر اُس نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اسٹوڈیو سے نکل کر سڑک پر دوڑ رہے تھے۔

اندر ہنگامہ برپا تھا۔ فلم کی رقاصہ بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کے داہنے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ ڈائریکٹر مسعود کی پیشانی زخمی تھی۔ دو ایک اور بھی ایسے نظر آئے جو زخمی ہو گئے تھے لیکن رمیش کا کہیں پتہ نہ تھا۔

حمید اُس کمرے کی طرف بڑھا جس میں کچھ دیر قبل ریہرسل ہو رہا تھا۔

”ٹھہرو.... اندر مت جاؤ۔ کون ہو تم....؟“ ایک آدمی چیخا۔

”کیوں؟“

”وہاں ایک لاش ہے۔“

”کس کی لاش....؟“

”رمیش کی.... پیانو میں بم تھا۔ شاید ٹائم بم.... لیکن آپ کون ہیں؟“

”پولیس.... میرا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔“

وہ آدمی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”کیا وہ پیانو بجا رہا تھا....؟“ حمید نے پوچھا۔

”جی ہاں.... پیانو کے پرخچے اڑ گئے ہیں اور رمیش.... وہ پہچانا نہیں جا سکتا۔ چہرے کا گوشت قیمہ قیمہ ہو کر جھول گیا ہے۔“

”شلی کہاں ہے؟“ حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں....!" اُس آدمی نے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر کی جستجو کے بعد حمید کو یقین ہو گیا کہ شلی وہاں موجود نہیں ہے۔

دوسرا دھماکہ

"تم گدھے ہو۔" فریدی جھنجھلا کر حمید کی طرف پلٹا۔ وہ بڑی دیر سے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور حمید ایک کرسی پر بیٹھا مضطربانہ انداز میں اپنے پیر ہلا رہا تھا۔

"مجھے خوشی ہوتی۔ اگر تم بھی اُس وقت اس پیانو کے قریب موجود ہوتے۔" فریدی کہتا رہا۔ "عورت.... عورت.... عورت.... عاجز آگیا ہوں۔"

"یہ تو دیکھئے کتنا عمدہ کیس لایا ہوں آپ کے لئے۔" حمید نے کہا۔

"کیا خاص بات ہے اس کیس میں۔"

"کوئی خاص بات ہی نہیں۔"

"تو بتاؤنا....؟"

"پیانو میں ٹائم بم....!"

"کوئی نئی بات نہیں۔"

"اور شلی اچانک غائب ہو گئی۔"

"ٹھیک ہے.... تو تم اس سے کیا سمجھے؟" فریدی بولا۔

"یہی کہ اُس کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"گدھوں جیسی باتیں نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اُسے زہر دے کر بھی غائب ہو سکتی تھی۔ اگر اُسے غائب ہی ہونا تھا تو ٹائم بم کبھی نہ استعمال کرتی۔ ٹائم بم اسی لئے استعمال ہوتے ہیں کہ مجرم کی شخصیت چھپی رہے۔"

"تو پھر....؟"

"بہت معمولی کیس ہے۔ اسے سول پولیس والوں ہی کے لئے رہنے دو۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "حادثے کی وجہ رقابت معلوم ہوتی ہے۔ کیا وہ بہت حسین تھی؟"

"بہت سے بھی کچھ زیادہ۔"

"اور تم نے اُسے اسٹوڈیو میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔"

"جی ہاں....!"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"وہ درجن۔ کیا اس سے پہلے بھی کبھی رمیش سے اُس کی لڑائی ہوئی تھی....؟"

"پتہ نہیں....!" حمید نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی نے اُس لڑکی کو غائب کر دیا۔"

"اور وہ بے چاری آپ سے ملنے کے لئے بُری طرح بے تاب تھی۔" حمید نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے آپ کے حسن کی تعریف کر دی تھی۔"

"شکریہ....!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

اُس نے سگار سلگا کر پُر خیال انداز میں اپنی نظریں میز پر رکھے ہوئے گلدان پر جما دیں۔

"اگر میں خود ہی اس کیس کی تفتیش کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"کیا جانتے ہیں؟"

"ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا اظہار بھی کیا جائے۔ بہر حال تم جہنم میں بھی جا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"وہاں تو آپ بھی چلیں گے میرے ساتھ۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔

"تو پھر میں کیڈی لے جاؤں؟" حمید نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ۔"

حمید نے لباس تبدیل کر کے کیڈی لاک گیراج سے نکالی۔

رمیش والے حادثے کا آج تیسرا دن تھا۔ شلی بدستور غائب تھی۔ پولیس نہ تو اب تک اُسی کا سراغ پا سکی تھی اور نہ یہی معلوم ہو سکا تھا کہ رمیش کی جان لینے کا مقصد کیا تھا۔ صرف یہی ایک

رائے قائم کی جاسکتی تھی کہ وہ ایک ٹائم بم تھا جس کے ذریعے اُس کی زندگی کا خاتمہ کیا گیا۔

حمید کا شبہہ درجن پر تھا۔ لیکن وہ بھی مستقل نہیں تھا۔ کئی دوسرے خیالات اسکی بھی تردید کردیتے تھے۔ ایک تو یہی کہ اگر اُس نے ہی پیانو میں بم رکھا ہوتا تو اُس موقعہ پر رمیش سے جھگڑا نہ کرتا اور یہ بات تقریباً ناممکن تھی کہ اُس نے جھگڑے کے بعد یہ حرکت کی ہو۔ کیونکہ جھگڑے کے بعد سے بم پھٹنے تک کے درمیانی وقفے میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہ کمرہ خالی نہیں ہوا تھا۔

اگر حمید فریدی کے ظاہر کردہ خیال کی روشنی میں اس معاملے کو دیکھتا تب تو تقریباً پندرہ بیس آدمی ایسے نکل آتے جن پر شبہہ کیا جاسکتا کیونکہ شلی پر دانت رکھنے والے بے شمار تھے۔

کیڈی لاک چکنی اور شفاف سڑکوں پر پھسلتی رہی۔ حمید یونہی بلا مقصد نہیں نکلا تھا۔ ان تین دنوں میں اُس نے کئی بار سوچا تھا کہ وہ دلکش خدوخال والی فلمی رقاصہ سے ضرور ملے گا جس کا بازو اُس حادثے میں زخمی ہو گیا تھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور نارنجی شعاعیں شہر کی عظیم الشان عمارتوں کے بالائی حصوں پر کپکپا رہی تھیں۔ حمید نے کیڈی لاک شہر کے اُس حصے کی طرف موڑ دی جہاں زیادہ تر دولت مند طبقہ آباد تھا۔ اسپرنگ کاٹج جہاں وہ رقاصہ کلاوتی رہتی تھی ایک خوبصورت بنگلہ تھا۔ حمید کیڈی کو پائیں باغ کے پھاٹک سے گذار کر اندر لیتا چلا گیا۔ کلاوتی لان پر ٹہل رہی تھی اور اُسکے ساتھ درجن بھی تھا اور وہ اس وقت بھی نشے ہی میں معلوم ہو رہا تھا۔ کیڈی لاک دیکھ کر وہ دونوں رک گئے۔

اور پھر جب کلاوتی نے حمید کو دیکھا تو بے اختیار چونک پڑی۔ کبھی وہ کیڈی کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی حمید کی طرف۔ البتہ درجن کے رویے میں ایسے شرابیوں کی سی بے نیازی تھی جو اپنی قوت برداشت سے زیادہ پی لیتے ہیں۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں مخل ہوا۔" حمید نے کلاوتی کے قریب پہنچ کر کہا۔

"اوہ! نہیں تو.... میرا خیال ہے کہ آپ بے چارے رمیش کے دوستوں میں سے ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" حمید نے اپنا ملاقاتی کارڈ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں اس وقت اُس حیثیت سے نہیں ہوں۔"

کارڈ دیکھ کر کلاوتی کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"تو کیا آپ....!" وہ ہکلائی۔ "آپ شائد حادثے کے وقت بھی تو وہاں موجود تھے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اُس کمرے میں نہیں تھا۔"

"ورنہ آپ اُسے بچا لیتے؟" درجن نے ایک بے ہنگم قہقہہ لگایا اور پتلون کی جیب سے شامپین کی بوتل نکال کر چسکیاں لینے لگا۔

"میں خاص طور سے تمہیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔" حمید تلخ لہجے میں بولا۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے چیک کرنے والے۔" درجن بگڑ گیا۔

"درجن.... پلیز ڈونٹ بی سلی۔" کلاوتی جلدی سے بولی۔ "آپ محکمہ سراغ رسانی کے سرجنٹ حمید ہیں۔"

"اوہو.... بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" درجن آگے بڑھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "مجھے درجن خاں آرتھر سنگھ کہتے ہیں۔"

اس بار اُس نے بوتل میں بچی کھچی بھی حلق میں انڈیل کر بوتل ایک طرف لان پر ڈال دی اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"معاف کیجئے گا۔ میں کسی کو سگریٹ آفر نہیں کرتا۔" اُس نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔

"تم حادثے کے وقت کہاں تھے؟" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے .... یاد .... نہیں۔" درجن نے ایک ایک لفظ کو گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "جہاں کہیں بھی رہا ہوں گا بوتل میرے ہاتھ میں رہی ہوگی۔ آپ کون سی پیتے ہیں۔"

"تم پر شبہ کیا جارہا ہے کہ وہ بم تم نے ہی رکھا تھا۔" حمید اپنا اوپر ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"اوہ تو آپ کب تک اس طرح کھڑے رہیں گے۔" کلاوتی نے حمید سے کہا۔

"جب تک مجھ پر شبہ رہے گا۔" درجن نے پھر قہقہہ لگایا اور حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"آپ کا زخم اب کیسا ہے؟" حمید نے کلاوتی سے پوچھا۔

"کوئی خاص تکلیف نہیں۔ معمولی خراشیں تھیں۔ عجیب بات ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" درجن نے قہقہہ لگایا۔

"اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے تو چلے جاؤ۔" کلاوتی بگڑ کر بولی اور اُس کے نچلے ہونٹ کا دلآویز خم کچھ اور زیادہ حسین ہوگیا۔ حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ

درجن کسی طرح دفع ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔

"کلاوتی تم میری توہین کر رہی ہو۔" درجن جھوم کر بولا۔ "توہین۔ درجن خان آرتھر سنگھ کی توہین بہت گراں پڑے گی۔"

"تم مجھے ایک پولیس آفیسر کے سامنے دھمکا رہے ہو۔" کلاوتی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"پولیس آفیسر.....!" درجن اپنی چھاتی ٹھونک کر بولا۔ "میں پولیس آفیسر کے باپ سے بھی آنکھیں ملا سکتا ہوں۔ میرا نام درجن خان آرتھر سس..... سس.....!"

قبل اس کے کہ وہ جملہ پورا کرتا حمید نے گریبان پکڑ کر اُسے لان چیئر سے اٹھا دیا۔ درجن کا مکا اُس کے کان کے قریب سے نکل گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں حمید کا گھونسہ اُس کے جبڑے پر پڑا۔ درجن دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی تھام کر زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

کلاوتی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"ہاں تو میں پوچھنے کے لئے آیا تھا کہ کیا آپ کچھ ایسے لوگوں کے نام بتا سکیں گی جن سے رمیش کی دشمنی رہی ہو؟" حمید نے لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی..... ہاں..... جی..... نہیں..... بھلا میں کیا؟" کلاوتی کی نظریں زمین پر بیٹھے ہوئے درجن پر جمی ہوئی تھیں پھر وہ خوفزدہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جائیے۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

کلاوتی بیٹھ گئی لیکن اُس کی نظریں اب بھی درجن پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن حمید اُس کی طرف سے اس طرح لاپروا نظر آرہا تھا جیسے کسی دماغ چاٹنے والے بچے کو پیٹ کر بھول گیا ہو۔ درجن نے آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھ منہ پر سے ہٹائے اور خون تھوکنے لگا۔ پتہ نہیں دانتوں کے درمیان میں آکر زبان کٹ گئی تھی یا کوئی دانت ہی ہل گیا تھا۔

وہ پھر کھڑا ہو گیا اور حمید کو اس طرح گھورنے لگا جیسے کچا ہی کھا جائے گا۔ حمید بدستور کلاوتی ہی کی طرف متوجہ رہا۔ کلاوتی بوکھلا گئی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس وقت اُسے درجن سے ہمدردی کرنی چاہئے یا بے رخی اختیار کرنی چاہئے۔

"رمیش سے آپ کے قریبی تعلقات تھے یا یونہی محض شناسائی تھی؟"

"جی.....!" وہ چونک کر بولی۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" درجن بڑبڑایا۔

"جاتے ہو یا اب دوسرا طریقہ اختیار کروں؟" حمید اُس کی طرف مڑے بغیر بولا پھر کلاوتی سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"جی بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" کلاوتی نے کھوکھلی آواز میں جواب دیا۔ وہ درجن کو پائیں باغ کے پھاٹک سے گذر کر جاتے دیکھ رہی تھی۔

درجن کے جاتے ہی حمید نے یک بیک محسوس کیا جیسے کلاوتی کے چہرے سے سراسیمگی کے آثار غائب ہو گئے ہوں۔

"تو آپ وہی سرجنٹ حمید ہیں انسپکٹر فریدی کے اسسٹنٹ....؟" کلاوتی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ لوگ یہی کہتے ہیں لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"میں رمیش کو بہت عرصے سے جانتی ہوں۔ ہم دونوں کلاس فیلو بھی رہ چکے ہیں اور فلمی دنیا میں میری رسائی اُسی کے ذریعے ہوئی تھی۔" کلاوتی مسکرا کر بولی۔ "اب آپ پوچھیں گے کہ تمہیں رمیش سے محبت تو نہیں تھی۔"

"اس قسم کے سوالات عموماً کیمرے کے سامنے کیے جاتے ہیں۔" حمید بھی جواباً مسکرایا۔

"آپ غلط سمجھے۔" کلاوتی نے کہا۔ "میں نے یہ بات سنجیدگی سے کہی تھی۔ کیا آپ فلمی حلقوں میں گشت کرنے والی افواہوں سے واقف نہیں۔"

"جی نہیں....!"

"اوہ.... کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ شلی کے کسی عاشق کی حرکت تھی اور کچھ کہتے ہیں کہ کسی عورت نے جو رمیش کو چاہتی تھی جھنجھلا کر اُسی کو ختم کر دیا۔"

"لیکن شلی خود بھی غائب ہے؟" حمید نے کہا۔

"اُس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ خوف کی وجہ سے روپوش ہو گئی ہے۔ اس خیال سے فرار ہو گئی ہے کہ پولیس اُسے بھی تنگ کرے گی۔"

"اوہ....!" حمید پُر خیال انداز میں بولا۔ "یہ درجن کیسا آدمی ہے؟"

"درجن....!" کلاوتی کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ "پتہ نہیں۔ میں اُس سے زیادہ واقف نہیں۔ ہماری ملاقات اسی فلم کے کنٹریکٹ کے دوران میں ہوئی تھی۔ البتہ اتنا جانتی ہوں کہ وہ

سیٹھ کے گہرے دوستوں میں سے ہے۔"

"کیا سیٹھ بھی شلی پر دانت لگائے ہوئے تھا۔"

"سیٹھ....!" کلاوتی ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "وہ ہر اُس عورت کے لئے تڑپتا رہتا ہے جو اُس کے دسترس سے باہر ہو۔"

"شلی کے متعلق بھی کچھ بتا سکیں گی؟" حمید نے پوچھا۔

"اس سے زیادہ نہیں کہ وہ رمیش کے پاس آنے سے پہلے باقاعدہ پیشہ کرتی تھی۔"

دفعتاً حمید کو ایک بات یاد آگئی۔

"کیا آپ اُس شخص سے بھی واقف ہیں جس نے پہلی بار شلی کو پیشہ ورانہ زندگی سے نجات دلائی تھی؟"

"نہیں۔ میں اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔" کلاوتی نے بے توجہی سے کہا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی اور پھر بولی۔ "آج صبح سے سر میں بڑا شدید درد ہے۔"

"اچھا....!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ ویسے مجھے توقع ہے کہ آپ پولیس کا ہاتھ ضرور بٹائیں گی۔"

"میں....!" کلاوتی چونک کر بولی۔ "بھلا میں کیا ہاتھ بٹا سکتی ہوں۔"

"آپ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ رمیش کو آپ نے قریب سے دیکھا ہے۔"

"بہر حال! ویسے مجھے خوشی ہوگی۔ اگر کسی کام آسکوں۔" کلاوتی نے کہا۔

وہاں سے نکل کر حمید سوچ رہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ سوچا اسٹوڈیو ہی کی طرف چلنا چاہئے لیکن پھر خیال آیا کہ رمیش کی موت کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لئے کام بند رہے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کلاوتی سے وہ محض اس لئے ملا تھا کہ اُسے اپنے ساتھ کسی قسم کی تفریح کے لئے آمادہ کر سکے گا لیکن وہ ضرورت سے زیادہ بور ثابت ہوئی۔ اُس کے خیالات کی رو بھٹکتے بھٹکتے شلی پر رک گئی۔ پھر دفعتاً اُسے اُس لڑکی کا خیال آیا جو اُسے مسٹر کیو[1] والے کیس کے دوران میں ملی تھی اور وہ اُس کے متعلق سوچنے لگا.... وہ تھی تو اسی شہر میں لیکن حمید کو اس کا پتہ نہیں معلوم تھا۔ البتہ یہ ضرور سنا تھا کہ اب اُس نے مجرمانہ زندگی سے توبہ کر لی ہے۔

حمید نے کیڈی لاک کا رخ کوتوالی کی طرف موڑ دیا۔ اُسے یقین تھا کہ انسپکٹر جگدیش اُس

---

[1] مسٹر کیو کے کارناموں کیلئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "لاشوں کی آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمائیے۔

لڑکی کنول کا پتہ ضرور جانتا ہوگا لیکن کوتوالی میں قدم رکھتے ہی اُس کے ذہن کو دوسری طرف جھکنا پڑا۔ کیونکہ کوتوالی میں انسپکٹر فریدی کی موجودگی کسی اہم ہی معاملے کی بناء پر ہو سکتی تھی.... فریدی اُسے دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"آپ یہاں.... کوئی خاص بات....؟" حمید نے پوچھا۔

"بات تو وہی ہے لیکن اب خاص ہو گئی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اُسی اسٹوڈیو میں دوسرا دھماکہ۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "پیانو کے پرخچے اڑ گئے اور رمیش کے اسسٹنٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو اس کا ہوا تھا۔"

"لیکن آرٹ پروڈکشن والوں نے تو کام بند کر رکھا تھا۔"

"صرف شوٹنگ بند تھی۔" فریدی نے کہا۔ "آج یہ فیصلہ ہوا تھا کہ رمیش کا اسسٹنٹ اُس کی ترتیب دی ہوئی دھنوں کی مشق کرے۔ خصوصاً اُن دھنوں کی جو ناچوں کیلئے بنائی گئی تھیں۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچتا ہوا پھر بولا۔ "لیکن اب مجھے اپنا خیال بدل دینا پڑا ہے۔ وہ ٹائم بم نہیں تھے۔"

"پھر....؟"

"معمولی بم.... جو سیفٹی کیچ ہٹنے سے پھٹ سکتے ہیں۔"

اغواء

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ٹائم بم نہیں تھے تو اُن کے سیفٹی کیچ ہٹے کس طرح.... خود بخود تو ہٹنے سے رہے۔

"تمہیں یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہو رہی ہوگی۔" فریدی نے کہا۔

"قطعی.... یہ ناممکن ہے۔"

"لیکن تم اسے محض اتفاق نہیں سمجھ سکتے کہ دونوں بم ایک ہی گیت بجانے کے دوران میں پھٹے تھے۔" فریدی ے کہا۔

"ایک ہی گیت....؟" حمید نے حیرت سے کہا۔ "لیکن آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا۔ پہلے حادثے میں تو یہ بات سامنے نہیں آئی تھی؟"

"ہاں.... آں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "دوسرے حادثے کے سلسلے میں یہ بات نوٹ کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ میں اُسے ٹائم بم نہیں سمجھ سکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ دراصل پولیس کی پہلے حادثے والی رپورٹ دیکھ رہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ٹائم بم بھی نہیں تھے تو خود بخود پھٹے کس طرح اور پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ ایک مخصوص گیت بجانے ہی کے دوران میں پھٹتے۔

"آپ اب تک تھے کہاں؟" دفعتاً فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

"اوہ.... میں ذرا کلاوتی کو ٹٹول رہا تھا۔"

"کلاوتی کون....؟"

"وہی رقاصہ جس کے رقص کے دوران میں پہلا واقعہ ہوا تھا۔ وہ بھی زخمی ہو گئی تھی۔"

"تو تم اُسے ٹٹول رہے تھے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"او.... ہم.... یعنی کہ.... محاورہ....!"

"ہوں.... تو پھر....؟"

"وہاں ایک آدمی کی مرمت بھی کرنی پڑی۔"

"کس کی؟"

"درجن کی۔" حمید نے کہا اور واقعات دہرا دیئے۔

"وقت اور انرجی دونوں کی بربادی۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اگر یہ بات صحیح ہے کہ دونوں حادثے ایک ہی گیت پر پیش آئے تو ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش جاری رکھنی پڑے گی جو اُس گیت سے بخوبی واقف ہو۔"

"ایک ہی کیوں....؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ یہ حرکت دس آدمیوں نے نہ کی ہو گی۔"

حمید تھوڑی دیر تک سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا پھر جھنجھلا کر بولا۔

"فریدی صاحب.... احمقوں کے تاجدار یعنی اس نابکار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"جلدی کی ضرورت نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ایکٹرسوں کو ٹٹولتے رہو۔"

حمید جھنجھلا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو..... میں بھی چلتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

اُن کی کیڈی لاک ایک بار پھر اسپرنگ کاٹج کی طرف جا رہی تھی۔

"خدا کی قسم بڑی زوردار عورت ہے۔" حمید دانت پر دانت جما کر بولا۔ "خصوصاً اُس کا نچلا ہونٹ۔"

"تو تم نے اُسے اچھی طرح ٹٹول لیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے فلم کی ہیروئن ریکھا کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"وہ آپ کے لئے مناسب رہے گی۔"

"ابے میں اس کے لئے پوچھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"پھر.....؟" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"اُس کے اور رمیش کے تعلقات کیسے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"تعلقات کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔ ویسے یہ ضرور سنا ہے کہ مسعود کو رمیش سے کنٹریکٹ کرنے کی رائے اُسی نے دی تھی۔"

"مسعود کیسا آدمی ہے؟"

"خوبصورت آدمی ہے۔ لڑکیاں اُس پر مر سکتی ہیں۔"

"پھر بکواس شروع کی تم نے۔ چانٹا مار دوں گا۔"

"پھر کیا پوچھا تھا آپ نے؟"

"بکو نہیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"آخر آپ شلی کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ رمیش محض اُسی کی وجہ سے مارا گیا۔"

"لیکن یہ دوسرا آدمی۔ میں نے تھوڑی ہی دیر میں اُس کے متعلق چھان بین کر لی ہے۔ اُس

کا شلی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔'' فریدی نے کہا۔

''بہت ممکن ہے کہ یہ ہمارے ناکام ترین کیسوں میں سے ایک ہو۔''

''کیوں....؟''

''مجرم نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ مشکل ہی سے اُس پر ہاتھ پڑ سکے گا۔''

''اس میں تو شک نہیں۔'' فریدی بولا۔

کیڈی لاک رک گئی۔ آٹھ بج گئے تھے اور اسپرنگ کاٹج کی کھڑکیوں میں لگے ہوئے رنگین شیشے روشن نظر آرہے تھے۔ پائیں باغ میں اندھیرا تھا۔ وہ دونوں اُتر کر برآمدے میں آئے۔ برآمدہ بھی تاریک ہی تھا۔ فریدی جیب سے ٹارچ نکال کر گھنٹی کا سوئچ تلاش کرنے لگا۔

اندر سے گھنٹی کی مدھم سی آواز آرہی تھی۔ دو منٹ گذر گئے لیکن اسپرنگ کاٹج کے مکینوں نے گھنٹی کی طرف دھیان نہ دیا۔

''کیا معاملہ ہے؟'' حمید نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

فریدی نے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ انہوں نے کھڑکیوں کی بھی آزمائش کی لیکن یا تو وہ اندر سے بند تھیں یا اُن میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اندر جانے کا راستہ تلاش کرتے ہوئے وہ بنگلے کے پشت پر آگئے اور پھر انہیں ایک دروازہ دکھائی دیا جس کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔

وہ دونوں اندر پہنچ چکے تھے۔ سناٹے کا یہ عالم تھا جیسے کبھی کوئی اس عمارت میں رہا ہی نہ ہو۔ روشنی البتہ کئی کمروں میں تھی۔ دونوں نے پھر ایک دوسرے کیطرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

ایک کمرے میں جو غالباً نشست کے لئے تھا انہیں غیر معمولی ابتری دکھائی دی۔ ایک صوفہ الٹا پڑا تھا۔ چھوٹی گول میز بھی فرش ہی پر نظر آرہی تھی۔ سوڈے کا سائیفن وہائٹ ہارس کی بوتل جس کی شراب بہہ گئی تھی۔ ٹوٹے ہوئے گلاس۔ یہ سب بھی زمین پر تھے اور عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

فریدی سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

''اوہ یہ؟'' حمید بے ساختہ بولا۔ جس نے ابھی ابھی الٹا ہوا صوفہ سیدھا کیا تھا۔ اس کی نظریں زنانہ سینڈل پر جمی ہوئی تھیں۔ اُسی کے قریب ایک رومال پڑا ہوا ملا جس پر تازہ خون کے

دھبے تھے۔

"یہ سینڈل کلاوتی ہی کا ہے۔" حمید تھوک نگل کر بولا۔ "آج شام اُس نے یہی پہن رکھا تھا۔"

"اور وہ تنہا تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... درجن....!"

"میں نوکروں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔"

"نوکر.... نہیں مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔" حمید بولا۔ "ہم باہر لان پر تھے۔"

"نوکروں کی عدم موجودگی حیرت انگیز ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میرے خیال سے کلاوتی ایک مالدار ایکٹریس تھی۔"

"تھی.... کیا مطلب....؟" حمید چونک کر بولا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ مار ڈالی گئی؟"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں پھر اُسی دروازے میں کھڑے ہوئے تھے جدھر سے بنگلے میں داخل ہوئے تھے۔ فریدی جھک کر ٹارچ کی روشنی میں دروازے کے نیچے کی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ پھر کچھ دیر اسی طرح چلتے رہنے کے بعد لوٹ آیا۔

"دو ٹوٹے ہوئے گلاس۔" فریدی پُر خیال انداز میں بڑبڑانے لگا۔ "لیکن نشانات ایک ہی آدمی کے پیروں کے ہیں.... خیر آؤ۔"

وہ پھر ڈرائنگ روم میں واپس آ گئے۔

فریدی گلاس کے ٹکڑوں کو نہایت احتیاط سے اپنے رومال میں اکٹھا کر رہا تھا۔

"کسی تیسرے آدمی کا وجود نہیں ثابت ہوتا۔" اُس نے حمید سے کہا۔ "اس لئے خیال ہوتا ہے کہ کلاوتی کسی اجنبی کے ساتھ نہیں تھی۔ آنے والا کم از کم اُس سے اتنا بے تکلف ضرور تھا کہ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر شراب پی اور پھر اُس کے بعد تھوڑی سی جدوجہد ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ اُن دونوں میں سے کسی کے چوٹ بھی آئی ہو۔ کیونکہ اس رومال پر خون کے دھبے...."

فریدی نے ابھی بات پوری نہیں کی تھی کہ مکان کے کسی حصے میں گھنٹی بجنے لگی۔

"کوئی ملاقاتی۔" فریدی بڑبڑایا۔

دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

دوسرے لمحے میں ایک ادھیڑ عمر کا نحیف آدمی اپنی عرق آلود اور بے جان آنکھوں سے انہیں گھور رہا تھا۔

"اوہ.... آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔" وہ مسکرا کر بڑبڑایا۔ "کیا کلاوتی کسی کام میں مشغول ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم سنیچر کی شام کو نوکروں کو چھٹی دے دیتے ہیں۔"

"کیا آپ یہیں رہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" بوڑھے کی حیرت بڑھ گئی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ یہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"براہِ کرم پہیلیاں نہ بجھایئے۔" اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں ہارٹ ٹروبل کا مریض ہوں۔ ذرا سی الجھن بھی مجھے موت کے قریب پہنچا دیتی ہے۔"

"کلاوتی کا اغواء۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیا؟ آپ کون ہیں؟"

"پولیس....!"

بوڑھا اجنبی جھپٹ کر اندر جانے لگا۔

"ٹھہریئے۔" فریدی اُسکے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "آپ کا کلاوتی سے کیا تعلق ہے؟"

"میں.... میں اُس کا چچا ہوں۔"

"یہیں رہتے ہیں آپ....؟"

"جی ہاں.... لیکن.... یہ اغواء.... میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔"

حمید اُسے سہارا دے کر ایک دوسرے کمرے مین لے گیا۔

"لیکن.... اغواء....!" وہ ایک آرام کرسی پر گرتا ہوا بڑبڑایا۔

"آپ نے گھر کس وقت چھوڑا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔

"آج صبح۔ میں سینٹرل اسٹوڈیو میں ساؤنڈ انجینئر ہوں.... لیکن یہ اغواء۔"

"ہم لوگ اس مسئلے پر زیادہ روشنی نہ ڈال سکیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"ہم دراصل رمیش والے کیس کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔ لیکن....!"

"ابھی ابھی میں نے وہاں دوسرے حادثے کے متعلق سنا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ٹھیک.... ہمیں تھوڑی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے ہی کلاوتی غائب کردی گئی۔"

بوڑھے کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے اور وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"کیا آپ کسی ایسے آدمی کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس سلسلہ میں مشتبہ سمجھا جا سکے؟" فریدی نے پوچھا۔

"میں.... نہیں.... کلاوتی کے سارے ملنے والے شریف ہیں اور میں اپنے ملنے والوں میں سے بھی کسی کو ایسا نہیں سمجھتا۔ لیکن ٹھہریئے۔ ایک آدمی۔ مجھے اُس کا یہاں آنا پسند نہیں تھا اور کلاوتی بھی شاید اُسے اخلاقاً ہی برداشت کرتی تھی۔"

"درجن....؟" حمید نے پوچھا۔

"اوہ.... تو آپ جانتے ہیں اُسے.... آپ ٹھیک سمجھے.... درجن.... وہ ایک اوباش اور پرلے سرے کا غنڈا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کلاوتی اُسے اخلاقاً ہی کیوں برداشت کرتی تھی۔"

"کیا وہ اکثر یہاں آتا رہتا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔

"تقریباً روز ہی....!" بوڑھے نے کہا۔ "میں کیا کروں....!"

"رمیش سے کلاوتی کے کیسے تعلقات تھے؟"

"دونوں کبھی کلاس فیلو تھے اور رمیش ایک حد تک اُس کا استاد بھی تھا اور وہ اُسی کے توسط سے فلم لائن میں آئی تھی۔"

"کبھی اُن میں کسی بات پر جھگڑا بھی ہوا تھا؟"

"میری یادداشت میں تو نہیں۔"

"اچھا تو مسٹر.... آر....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے ستیش ورما کہتے ہیں۔" بوڑھا بے چینی سے بولا۔ "مگر کلاوتی کا کیا ہوگا؟"

"گھبرایئے نہیں۔ پوری کوشش کی جائے گی۔" فریدی نے کہا۔

اُس نے گلاسوں کے ٹکڑے رومال میں لپیٹ کر جیب میں ڈال لئے۔ تھوڑی دیر بعد کیڈی اسپرنگ کاٹج سے لوٹ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ درجن ہی کی حرکت ہے۔" حمید نے کہا۔ "آج شام اُس نے کلاوتی کو

دھمکی بھی دی تھی اور میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ کلاوتی نے اُس دھمکی سے اثر بھی لیا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔

"وہ اُس سے خائف بھی معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد اُس نے مجھ سے کھل کر باتیں کی تھیں۔"

"ہوں.... میں یہ نہیں کہتا کہ اس اغواء میں درجن ہی کا ہاتھ ہے۔" فریدی بولا۔ "مگر رمیش والے واقعے سے اُس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ شلی غائب ہوئی۔ وہ رمیش کی داشتہ تھی۔ رمیش کے اسسٹنٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو خود اُس کا ہوا تھا پھر کلاوتی غائب کر دی گئی جو رمیش سے قریبی تعلقات رکھتی تھی۔"

"آخر آپ درجن کو اس طرح کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟" حمید بولا۔

"نظر انداز تو نہیں کر رہا ہوں۔ ہاں ابھی وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"حادثے سے پہلے وہ رمیش سے بھی لڑ گیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اُس نے اُس وقت وہ بم پیانو میں نہیں چھپایا تھا کیونکہ لڑائی کے بعد سے مشق شروع ہونے تک وہ کمرہ ایک منٹ کے لئے بھی خالی نہیں رہا تھا۔"

"ہوگا۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "مجھے اب اس کیس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"کیوں....؟"

"بس یونہی۔"

"یہ کہو بیٹے کہ اب دلچسپی کا سامان ہی نہیں رہ گیا۔ تم ہمیشہ ایسے ہی کیسوں میں دلچسپی لیتے ہو جن سے کوئی لڑکی بھی منسلک ہو۔"

"یہی سمجھ لیجئے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اپنا مقدر بھی شاید کھارے پانی کی روشنائی سے لکھا تھا.... آئی اور بس نکل گئی.... پھر سے اڑ گئی.... ہات تیری۔"

حمید باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کو گھونسہ دکھا رہا تھا۔

"خدا کے لئے اب تم شادی کر ڈالو۔" فریدی بڑبڑایا۔

"مت بور کیجئے۔"

"پھر کیا چاہتے ہو؟"

"ایک ایسی لڑکی جو بیوی نہ ہو۔"

"چلو میں اُسے شوہر ہی بنادوں گا۔" فریدی بولا۔

"آپ ہی کر ڈالئے اپنی شادی۔"

"میری شادی سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔"

"فائدہ مجھے ہی تو پہنچے گا۔" حمید اپنی ایک آنکھ دبا کر پھوہڑ پن کے ساتھ ہنسا۔

"لونڈے ہو۔"

"ہم کہاں جارہے ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"کیلاش ہوٹل.....!"

"یہ کہاں ہے؟ میرے خیال سے کوئی اچھا ہوٹل نہ ہوگا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" فریدی نے کہا۔"وہ ایک گھٹیا سا ہوٹل ہے اور بار بھی ہے۔ درجن اس وقت وہیں مل سکے گا۔"

"تو کیا آپ درجن سے واقف ہیں؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"کیوں نہیں۔ میں اُسکی سات پشتوں سے واقف ہوں۔ کئی بار کا سزایافتہ ہے۔ اکثر اپنا نام بدلتا رہتا ہے۔ اب سے تین سال قبل جگدیش چترکار کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بڑا اچھا مصور بھی ہے۔"

"مگر رمیش نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ سیٹھ جھنکومل کو لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"سبھی کچھ کرتا ہے۔"

کیڈی لاک ایک تنگ و تاریک گلی کے سامنے رک گئی۔

"تم یہیں بیٹھو۔" فریدی نے کہا۔"درجن تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہے۔"

"میں یہاں جھک نہیں ماروں گا۔"

"بیٹھو بیٹے خاں۔" فریدی اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔"اس ہوٹل میں لڑکیاں نہیں ہیں۔"

حمید پائپ سلگا کر بھنبھنانے لگا۔

گلی بہت زیادہ تاریک تھی۔ اگر فریدی کے پاس ٹارچ نہ ہوتی تو ایک قدم بھی چلنا دشوار ہو جاتا۔ تقریباً سو گز چلنے کے بعد تھوڑی سی جگہ میں روشنی کا ایک دھبہ سا دکھائی دیا۔ شاید یہ روشنی کسی عمارت کے کھلے ہوئے دروازے سے آرہی تھی۔

فریدی دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اندر مختلف قسم کے تمباکوؤں کے دھوئیں اور سستی شرابوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرہ کافی کشادہ تھا۔ تقریباً ڈیڑھ درجن میزیں ضرور رہی ہوں گی۔ داہنی طرف کاؤنٹر تھا۔ جس پر ایک پستہ قد اور مضبوط جسم والا بارٹنڈر کھڑا شیشے کے جگ میں بیئر انڈیل رہا تھا۔

فریدی پر نظر پڑتے ہی جگ والا ہاتھ کانپنے لگا۔ اُس نے مجمع پر ایک گھبرائی ہوئی سی نظر دوڑائی اور جگ ہاتھ سے رکھ کر بڑے سعادتمندانہ انداز میں فریدی کو سلام کیا۔

فریدی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور سیدھا اُس کے پاس چلا گیا۔

"میں یہاں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "اپنا کام جاری رکھو۔ تمہارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں۔"

بارٹنڈر معنی خیز انداز میں سر ہلا کر پھر جگ میں شراب انڈیلنے لگا۔

فریدی درجن کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک میز پر بیٹھا شطرنج کھیلنے میں مشغول تھا۔ میز پر شراب کی بوتل اور دو گلاس بھی تھے۔ فریدی اُس کی پشت والی ایک میز پر جم گیا۔

"لم ڈھگ ڈِھگ....!" درجن نے اپنا کوئی مہرہ بڑھایا۔

"لم ڈِھگ ڈھگ.... شہہ بچو.... تمہاری ماں کی آنکھ۔" درجن بڑبڑایا۔

"شہہ کی ماں کی آنکھ....!" اُس کا ساتھی چال چل کر بولا۔ "فرزیں بچاؤ۔ لم ڈِھگ ڈِھگ....!"

"لم ڈِھگ ڈِھگ کی ماں کی آنکھ۔ فرزیں بچا۔ بچایا ہے۔ یہ لے بیٹا.... بیٹا کی ماں کی آنکھ۔"

فریدی کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر اٹھ کر کاؤنٹر پر چلا آیا۔

"یہ یہاں کس وقت سے بیٹھا ہوا ہے۔" اُس نے بارٹنڈر سے پوچھا۔

"کون....؟"

"درجن....!"

"درجن.... میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔"

فریدی نے درجن کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ! جگدیش چترکار۔" بارٹنڈر نے کہا۔ "شاید ساڑھے چھ بجے سے۔"

''یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو؟''

''جی ہاں۔ میں اس پر خاص طور سے نظر رکھتا ہوں۔''

''کیوں؟''

''ہلڑ بہت مچاتا ہے اور اکثر لوگوں سے لڑ بھی بیٹھتا ہے۔''

فریدی کچھ اور بھی پوچھنے والا تھا کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ پہلے اُس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں اور پھر سیدھا درجن کی طرف چلا گیا۔ اُس نے جھک کر درجن سے کچھ کہا اور درجن اپنے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لیے ہوئے کھڑا ہو گیا.... اچانک اُس کی نظر فریدی پر پڑی اور اُس کا موڈ یک لخت بگڑ گیا۔

وہ آنے والے پر بُری طرح گرجنے لگا تھا۔ ''کس نے پوچھا تھا تم سے.... تم کون ہوتے ہو دخل دینے والے۔ پتہ نہیں کیا مزہ آتا ہے سالوں کو۔ ابے ہم دونوں کھیل رہے ہیں تم چال بتانے والے کون۔''

آنے والا گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا اور درجن پھر بیٹھ کر کھیل میں مشغول ہو گیا۔

''دیکھ لیا آپ نے؟'' بارٹنڈر نے فریدی سے کہا۔

''ہوں....!'' فریدی کی نظریں نئے آنے والے پر جمی ہوئی تھیں جو اب بھی اُسی جگہ کھڑا درجن کو گھور رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ندامت یا غصے کی بجائے حیرت تھی۔

''تم اُس سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔'' فریدی بارٹنڈر کی طرف مڑا۔

''نہیں صاحب.... ایسا ہو سکتا ہے۔''

نیا آنے والا باہر جا رہا تھا۔ اس کے بعد ہی فریدی نے بھی ہوٹل چھوڑ دیا۔ حمید کیڈی لاک میں پڑا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کے جھنجھوڑنے پر سیدھا ہو گیا۔

''آ گئی....؟'' وہ بوکھلا کر بولا۔

''کیا بکتے ہو۔''

''لاحول ولا قوۃ.... آپ ہیں۔''

''چلو اُترو جلدی.... تمہیں اُس آدمی کا تعاقب کرنا ہے۔''

''کہاں.... اوہ.... اچھا میں اُس کا قیمہ کر دوں گا تاکہ پھر کبھی تعاقب نہ کرنا پڑے۔ سالی

زندگی ہے یا مصیبت۔ ادھر بھاگو.... اُدھر جاؤ۔ تعاقب.... گولی.... مار دھاڑ.... اپنی زندگی بھی ناڈیا کی کوئی فلم بن کر رہ گئی ہے۔ کاش آپ ہنٹر والی ہی ہوتے۔"

ایک حماقت

سرجنٹ حمید تھوڑی دیر تک تو اُس کا تعاقب بڑے ٹھنڈے دماغ سے کرتا رہا پھر اچانک اُس کے اسکریو ڈھیلے ہونے لگے۔ جھنجھلاہٹ میں وہ ہمیشہ اپنی کھوپڑی کی حدود سے تجاوز کر کے خاصا شیخ چلی ہو جاتا تھا۔ پہلے اُس نے سمجھا تھا کہ اگر اس نامعلوم آدمی کو دور جانا ہوگا تو کم از کم ٹیکسی ضرور کرے گا کیونکہ اُس کی ظاہری وضع یہی ثابت کر رہی تھی کہ وہ کوئی متمول آدمی ہے۔ بہر حال حمید کو مایوسی ہی ہوئی کیونکہ وہ تقریباً ایک میل پیدل چلنے کے بعد بھی پیدل ہی چلتا رہا۔

"اچھا بیٹا میں تو پیدل نہیں چل سکتا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اور تمہیں بھی ٹیکسی ہی پر لے جاؤں گا۔"

کچھ دیر بعد وہ ایک ویران سڑک پر آگئے جس کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر معمولی قسم کے مکانات تھے۔ حمید نے جھک کر پتھر کا ایک نوکیلا سا ٹکڑا اٹھایا۔

آگے چلنے والے کے سر پر ہیٹ نہیں تھی اس لئے پتھر کا وہ ٹکڑا غیر معمولی طور پر کارآمد ثابت ہوا۔ اُس کے منہ سے صرف ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکل سکی اور بس۔

حمید شور مچاتا ہوا اُس کے پیچھے دوڑا اور قرب و جوار کے مکانات کی کھڑکیاں کھلنے لگیں۔ تھوڑے دیر میں خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی۔ چوٹ کھانے والا بے ہوش ہو گیا تھا۔ حمید کو پھر تاؤ آگیا۔ لیکن اس بار وہ اپنے مقدر کو کوس رہا تھا۔ اُس نے تو دراصل یہ سوچا تھا کہ وہ چوٹ کھا کر صرف اس حد تک بے کار ہو جائے گا کہ حمید کو اُسے سہارا دے کر دو بیری کی بڑی سڑک پر لے جانا پڑے گا جہاں وہ ایک ٹیکسی کر کے اُسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔ اس طرح اُسے پیدل چلنے سے نجات بھی ملے گی اور اُس کی جائے رہائش کا پتہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

لوگ اُس سے حادثے کے متعلق پوچھنے لگے تھے۔

"میں ذرا فاصلے پر تھا۔" اُس نے بے دلی سے کہا۔ "دفعتاً میں نے اس کی چیخ سنی اور بھاگ کر

یہاں پہنچا تو یہ....!"

"ہسپتال لے چلو۔" کسی نے کہا۔

"لیکن یہ چوٹ کیسے آئی؟" دوسرا بولا۔ پھر اُس نے حمید سے پوچھا۔ "کوئی تیسرا آدمی بھی تھا؟"

"ممکن ہے رہا ہو۔ میں نے دیکھا نہیں۔" حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ رہی تھی۔

دفعتاً کچھ دور پر کسی کار کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھائی دی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہوا۔" ایک بولا۔

دو تین آدمیوں نے ہاتھ اٹھا کر کار رکوائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید کو مجمعے میں چھپنا پڑا۔ کیونکہ کار سے اترنے والا درجن تھا۔ لوگ اُس سے زخمی کو کسی ہسپتال تک پہنچا دینے کی استدعا کر رہے تھے۔ درجن نے ٹارچ کی روشنی میں بے ہوش آدمی کا چہرہ دیکھا اور پھر حمید کو خود درجن کے چہرے پر ایسے آثار دکھائی دیئے جیسے وہ اُس آدمی کو پہچانتا ہو۔

اُس نے دو تین آدمیوں کی مدد سے اُسکو کار میں ڈالا اور کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ الٹ گیا ہو۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر.... لیکن کرتا کیا۔ اُس سے یہ حرکت اُسی طرح سرزد ہوئی تھی جیسے کسی بچے کے ہاتھوں نادانستگی میں بندوق چل گئی ہو۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ مجمع آہستہ آہستہ صاف ہو رہا تھا۔ پھر ایک دوسری کار کی ہیڈ لائیٹس دکھائی دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُس کے قریب سے گذر گئی۔ حمید نے اندھیرا ہونے کے باوجود بھی اُسے پہچان لیا۔ یہ فریدی کی کیڈی لاک تھی۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ شاید فریدی درجن کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور مدھم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا ایک گلی سے گذر کر دوسری سڑک پر نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ چلو جان بچی۔ فریدی سے کوئی خوب صورت سا جھوٹ بول دیا جائے گا۔ کئی گھنٹوں کی کوفت سے نجات ملی تھی۔ موسم ذرا خوشگوار تھا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ تھوڑی سی بیئر ہی پی جائے۔ کم از کم ذہنی تھکن تو رفع ہی ہو جائے گی۔ کیفے ڈی کورسیکا سامنے ہی تھا۔ اُسے قائم ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور حمید اُس کی تعریف بھی سن چکا تھا۔ لیکن ابھی تک وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُس نے یہ بھی سنا تھا کہ وہاں کی کاؤنٹر کلرک ایک خوبصورت سی لڑکی ہے۔

کیفے میں بہت زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ صرف چند خوش پوش جوڑے نظر آ رہے تھے۔ حمید نے کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور باچھیں کھل گئیں۔ کیونکہ وہ کاؤنٹر کلرک جس کی تعریفیں سن چکا تھا اُس کے لئے اجنبی نہیں تھی۔ یہ وہی لڑکی کنول تھی جس سے مسٹر کیو والے کیس کے دوران میں ملاقات ہوئی تھی۔ حمید بڑی شان سے ٹہلتا ہوا کاؤنٹر تک گیا۔ کنول سر جھکائے کچھ لکھ رہی تھی۔

"اتنی مشغولیت.....!" حمید آہستہ سے بولا اور کنول چونک پڑی۔

"اوہو..... تم ہو۔" کنول ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اُس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی اور آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

"بڑی بے مروت نکلیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ لئے۔

"ہوں! بتاتی ہوں ابھی۔" کنول نے کہا اور ایک ویٹر کو آواز دے کر کرسی لانے کو کہا۔

"بتاؤ گی کیا..... اگر مل نہیں سکتی تھیں تو کم از کم فون ہی پر اپنا پتہ تو بتا سکتی تھیں۔"

"بیٹھو.....!" کنول نے قلم ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "ادھر کیسے نکل آئے۔"

"چلا جاؤں۔"

"ارر..... میرا مطلب یہ نہیں۔"

"آج کل کافی نکھری ہوئی ہو۔"

"شاید آج کوئی نہیں ملی۔" کنول نے مسکرا کر کہا۔

"لڑنے کا ارادہ ہے؟" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھے اتنا آوارہ کیوں سمجھتی ہو۔"

"آوارہ نہیں بلکہ عورت خور۔"

"شکریہ۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "دوبارہ ملنے کی جرأت نہ کروں گا۔"

"ارے ارے بیٹھو۔ تم آج کل اتنے چڑچڑے کیوں ہو رہے ہو۔"

"ہر بدنصیب آدمی چڑچڑا ہوتا ہے۔" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا مقدر اُس وقت لکھا گیا تھا جب اُلوؤں، خچروں اور گدھوں کی تقدیر کا مسئلہ در پیش تھا۔"

"آخر بات کیا ہے؟" کنول نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"پھر شادی ہوتے ہوتے رہ گئی۔" حمید گلوگیر آواز میں بولا اور کنول کو ہنسی آ گئی۔

"میں سمجھی تھی شاید پھر بادشاہ بنتے بنتے رہ گئے۔" کنول نے کہا۔ "تمہارا وہ لطیفہ[1] بھی مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"میں کچھ پینا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"ٹھنڈا پانی....؟" کنول نے مسکرا کر پوچھا۔

"کوئی تیز قسم کی شراب....!"

"شراب؟ یہ تم کب سے پینے لگے۔"

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اب دیوداس ہی بن کر زندہ رہ سکتا ہوں۔" حمید آہ بھر کر بولا۔

"چلو فضول باتیں مت کرو۔ کافی پیو گے؟"

"کافی سے بھی زیادہ۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "تمہیں یہاں سے چھٹی کب ملتی ہے؟"

"اس وقت میری ڈیوٹی نہیں تھی لیکن دوسرا کلرک ایک گھنٹہ کی چھٹی لے کر گیا تھا اب تک واپس نہیں آیا۔"

حمید چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔ اُس کا ذہن پھر کچھ دیر پہلے کی حماقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ آخر فریدی کو کیا جواب دے گا۔ اور اب اپنی وہ حرکت اُسے بھی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی۔ حمید سوچتا رہا۔ کنول اُس کے چہرے پر تفکر کے آثار دیکھ کر بولی۔

"کیوں؟ کیا بات ہے۔ آج تم بہت بجھے بجھے سے نظر آ رہے ہو؟"

"اُوں....!" حمید چونک پڑا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔"

پھر اُس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر آہستہ سے کہا۔ "وہسکی اور سوڈا پٹیالہ پیگ۔"

"کیا واقعی؟" کنول حیرت سے بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم ایک سوسائٹی گرل ہو کر اس قسم کے سوالات کرتی ہو۔"

"کیوں؟" کنول تنک کر بولی۔ "ضروری نہیں کہ میں بھی بُری چیزوں کو اچھی سمجھوں۔"

"ختم کرو۔" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ "میں بھی عادی نہیں۔ کبھی کبھی غم غلط کرنے کے لئے پی لیتا ہوں۔"

"اور فریدی صاحب؟" کنول نے پوچھا۔

---

[1] جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "لاشوں کا آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمایئے۔

"میرے شیر کو کوئی غم ہی نہیں، غلط کیا کرے گا۔ پتھر ہے وہ شخص کسی ریگستان کی طرح بنجر۔"

"میں ایسے آدمیوں کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"وہ ہوتے ہی اسی لئے ہیں کہ اُن کی عزت کی جائے۔" حمید بولا۔

ویٹر نے گلاس لا کر رکھ دیا۔

"یہاں کاؤنٹر پر نہیں۔" کنول نے کہا۔ "وہیں جاؤ۔"

حمید گلاس لے کر ایک خالی میز پر چلا آیا۔ دو ہی تین گھونٹوں کے بعد کنپٹیاں گرم ہو گئیں پھر گلاس ختم ہونے سے قبل ہی اُس نے ویٹر کو بلا کر دوسرے پیگ کا آرڈر دے دیا۔

بہر حال اُسے تیسرا پیگ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا اور وہ اچھل اچھل کر ستاروں کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے ہنسی آگئی۔ نشے کی لہر نے اُسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ بجلی کے قمقموں کو ستارے سمجھ بیٹھنا غیر شاعرانہ بات تو نہیں تھی لیکن ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ ہنسنے لگے تھے اور کنول بھی جھنجھلا اٹھی تھی۔ حمید اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا۔ شراب کی قیمت ادا کر دینے کے بعد آہستہ سے بولا۔

"اچھا.... میری جان! اب میں حج کرنے جا رہا ہوں۔"

"بڑے فضول آدمی ہو۔" کنول ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"ہاہا.... فاضل کی جمع فضول.... ہاہا....!"

"تم جب نشے میں اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتے تو پیتے ہی کیوں ہو؟"

"کیا؟ میری توہین کر رہی ہو.... ہمپ....!"

"کیا تم اس حالت میں گھر پہنچ جاؤ گے؟"

تھوڑی دیر تک دونوں میں تکرار ہوتی رہی۔ حمید کہہ رہا تھا کہ پیدل جاؤں گا لیکن کنول ٹیکسی کے لئے مصر تھی۔ آخر اُس نے دو ویٹروں کی مدد سے حمید کو ایک ٹیکسی میں لاد دیا۔

"کہاں چلوں؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"جہاں.... جی چاہے۔" حمید جھوم کر بولا۔

"سومرسٹ اسٹریٹ....!" کنول نے کہا۔

"نائیں.... سومرسٹ مآم.... ریزرس ایج.... مجھے نروان کے راستے پر لے چلو....

یلا یلیاں.... فل فلوٹیاں۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ نشہ بھی گہرا ہوتا گیا اور پھر اُسے اپنی کچھ دیر قبل والی حماقت بھی یاد آنے لگی.... زخم.... پتہ نہیں کتنا گہرا ہو۔ ممکن ہے وہ کوئی شریف آدمی رہا ہو.... اُس کی بیوی.... اُس کے بچے.... بچوں کی نانی.... بوڑھی نانی.... بے چاری.... اُس پر حمید کو خود اپنی نانی یاد آگئی اور اُس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے وہ چیخ چیخ کر رونے کی خواہش کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بھائی ڈرائیور....!" اُس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"جی صاحب....!"

"بھائی ڈرائیور! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

"جی صاحب۔"

"بھائی ڈرائیور مجھے جہنم میں لے چلو.... میں بڑا گنہگار ہوں۔"

ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ حمید نے اُسے پھر پکارا۔

"جی صاحب۔"

"تمہاری کتنی بیویاں ہیں؟"

"پانچ....!" ڈرائیور ہنس کر بولا۔

"اور تم ہنستے ہو.... ہائیں.... یعنی خوش ہو.... پانچ بیویاں.... میرے ایک بھی نہیں ہے اور میں خوش نہیں ہوں.... تم پانچ رکھ کر بھی خوش ہو۔"

"تو پھر لے چلوں صاحب۔" ڈرائیور نے پوچھا۔

"کہاں؟"

"جہاں بیویاں ملتی ہیں.... پانچ.... دس.... پندرہ....!"

"پندرہ....!" حمید پُر مسرت لہجے میں چیخا۔ "پیارے ڈرائیور بلکہ ڈرائیور صاحب بہادر.... تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں ضرور لے چلو۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی شہر کے چکلے کی طرف موڑ دی۔

اور یہ بھی ایک دلچسپ اتفاق تھا کہ ٹھیک اُسی وقت فریدی کی کیڈی لاک بھی اُسی بالا خانے

کے نیچے پہنچ گئی جہاں حمید لے جایا جارہا تھا۔ فریدی خاموشی اور حیرت سے حمید کو ڈرائیور کا سہارا لیتے ہوئے اوپر جاتے دیکھتا رہا۔

کیا حمید واقعی اتنا ہی ذہین اور کار آمد ہو سکتا ہے؟ وہ سوچتا رہا جس بات کا سراغ اُسے دو دن بعد ملا تھا کیا حمید نے اُسے اتنی جلدی معلوم کر لیا؟

اُس نے سوچا کہ اب اُس کا اوپر جانا فضول ہے۔ حمید بہتیری کام کی باتیں معلوم کر کے واپس آئے گا۔ لیکن ایک سوال اُس کے ذہن میں پیدا ہوا... اُس نے تو اُسے ایک آدمی کا تعاقب کرنے کے لئے کہا تھا اور پھر اُس نے اُسی آدمی کو درجن کی قیام گاہ پر زخمی حالت میں دیکھا تھا۔ فریدی چند لمحے اُس معاملے پر غور کرتا رہا۔ پھر سر کی ایک خفیف سی جنبش کے ساتھ کیڈی اسٹارٹ کر دی۔ وہ دراصل کئی دنوں سے رمیش والے معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا لیکن اُس نے یہ بات حمید پر ظاہر نہیں کی تھی اور پھر اُسی اسٹوڈیو میں رونما ہونے والے دوسرے حادثے نے تو اُس کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرالی تھی۔

اگر حمید کو ذرہ برابر بھی احساس ہو گیا ہوتا کہ فریدی نے اُسے کسی طوائف کے کوٹھے پر چڑھتے دیکھ لیا ہے تو اُس کا ہارٹ فیل ہو جانے میں کوئی کسر نہ رہ جاتی۔

ڈرائیور نے اُس سے دوگنے دام وصول کئے اور اپنی راہ لی۔

دوسرے لمحے میں چار عدد نوجوان طوائفیں حمید کو گھیرے ہوئے تھیں۔ حمید نے اس طرح اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا جیسے اُسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔

"ایک.... دو.... تین.... چار....!" اُس نے اُن چاروں کو گن کر بلند آواز میں ہانک لگائی۔ "ہائیں پیارے ڈرائیور صاحب.... یہ تو چار ہی ہیں۔"

"تشریف رکھئے۔" ایک بولی۔

"نہیں رکھتے تشریف و شریف.... پندرہ.... پندرہ....!"

"ہائیں! تم پندرہ نہیں جانتیں.... پندرہ.... ففٹین! یعنی پندرہ عدد۔"

"آپ بیٹھئے تو.... اکیلے اکیلے پی آئے۔" ایک شوخ قسم کی طوائف نے حمید کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" حمید منمنایا۔ "میں بڑا مذہبی آدمی ہوں... تم نامحرم ہو۔ استغفر اللہ۔"

"اور پیئو گے؟" ایک اُس کا سر سہلا کر بولی۔

"اب کیا پیئیں گے۔" دوسری نے کہا۔ "بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا....؟" حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "ارے ہے کوئی۔" اُس نے شہنشاہوں کی طرح تالی بجائی۔ پھر جیب سے پرس نکال کر ایک ہرا نوٹ کھینچا اور اکڑ کر کہنے لگا۔ "منگاؤ.... جتنی دل چاہے منگاؤ.... جانتی ہو میں کون ہوں.... مگر نہیں یہ راز کی بات ہے.... ہرگز نہ بتاؤں گا کہ میں سرجنٹ حمید ہوں۔"

"نہیں پیارے تم راجہ اندر ہو۔" سر سہلانے والی نے سو کا نوٹ اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہاہا... تم غلط سمجھیں.... میں ہندو نہیں.... برادرانِ اسلام ہوں.... ہاہا.... زندہ باد۔" انہوں نے بمشکل تمام اُسے کھینچ کھانچ کر بٹھا دیا۔ ورنہ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ برادرانِ اسلام کو مخاطب کر کے ایک تقریر کر ڈالے۔

"کیا اس شہر میں نئے آئے ہو؟" ایک نے حمید سے پوچھا۔ یہ اب تک بالکل خاموش رہی تھی۔ حمید یک لخت اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ نشے میں بھی اُسے اُس کی آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی اور پھر جب اُس نے اُس کے خدوخال پر غور کیا تو ایک دوسرا چہرہ یاد آیا۔ شلی کا چہرہ.... لیکن وہ شلی نہیں تھی۔ ویسے اُس کے چہرے میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی جو اُسے شلی کی یاد دلا رہی تھی اور آواز تو بالکل ویسی ہی تھی۔

"کیا پوچھا تھا تم نے؟" حمید نے اُسے چند لمحے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

"کیا تم اس شہر میں اجنبی ہو؟"

"اجنبی.... میں اس شہر کا راجہ ہوں.... ہی! ارے منگاؤ نا.... نشہ اکھڑ رہا ہے۔"

"آتی ہے پیارے۔" سر سہلانے والی نے اس بار اُس کے گال بھی سہلا دیئے.... پھر اُس نے ایک طوائف کو اشارہ کیا.... وہ اندر چلی گئی۔

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم پندرہ ہو۔" حمید بولا۔

"ہم میں سے ہر ایک پندرہ ہے۔" سر سہلانے والی نے کہا۔

حمید کچھ دیر تک اُس کے جملے پر غور کرتا رہا۔ پھر یک بیک چیخ اٹھا۔ "ارے باپ! فلسفہ.... تم تو فلسفہ بولنے لگیں.... معلوم ہوتا ہے بور کرو گی.... ارے بابا۔ میں کوئی ادیب و دیب نہیں

ہوں.... اور نہ یہاں عبرت پکڑنے آیا ہوں۔"

اتنے میں شراب آگئی۔ وہ طوائف شاید اسی لئے اندر گئی تھی۔ واپسی پر اُس کے ہاتھ میں دیسی شراب کا ایک گلاس تھا۔ حمید نے بڑی بے صبری سے گلاس پر جھپٹا مارا۔ لیکن ہونٹوں کے قریب لے جاتے ہی اُس کا منہ بگڑ گیا۔

"یہ کون سی ہے بھئی؟"

"وہسکی ہے پیارے۔" سر سہلانے والی نے کہا۔

"کون سی وہسکی....؟"

"بلیک ڈنکی....!" اُس نے جواب دیا۔ "وہائٹ ہارس کے مقابلے کی چیز۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ "مری گڑیا۔ تم بہت ذہین معلوم ہوتی ہو۔"

پھر اُس نے جلد ہی گلاس خالی کر کے اپنا سینہ پیٹنا اور حلق مسلنا شروع کر دیا۔

"کچھ کھاؤ گے؟" ایک نے پوچھا۔

"اب پوچھتی ہو۔ جب کلیجے کی دھجیاں.... اڑ.... ہچ.... گئیں.... ہچ....!"

"چڑھ گئی؟"

"پتہ نہیں.... ہچ.... ہچ.... کسی قاضی.... ہچ.... قاضی کو بلاؤ۔"

"قاضی! بھلا قاضی کو کیوں؟"

"میں تم.... ہچ.... آروں.... چاروں.... کو نک ہچ.... نکاح میں لانا.... ہچاہتا ہوں۔"

چاروں نے قہقہہ لگایا۔ حمید بھی ہنسنے لگا۔

"گانا سنو گے؟" ایک نے پوچھا۔

"ضرور سناؤں گا۔ کون سا سنو گی؟.... ہچ....!"

"جو دل چاہے۔" سر سہلانے والی اس بار اُس کے دونوں کان سہلا کر بولی۔

حمید نے فلٹ ہیٹ اس طرح چہرے پر جھکا لی جیسے گھونگھٹ نکالا ہو۔

"مارے نجریا..!" اُس نے لچک کر ہانک لگائی۔ "سنوریا رے کاہے مارے بخاریا.. مارے بخریا..!"

اور پھر اُس نے اس قدر ہلڑ مچایا کہ چاروں تنگ آگئیں۔

اسی دوران میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ایک نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور پھر

حمید کے دیوتا کوچ کر گئے۔ سامنے فریدی کھڑا اُسے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ پہلے تو حمید کو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا.... لیکن.... پھر یقین کرنا ہی پڑا۔

ایک خط

حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔ فریدی اُن چاروں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہم خالی نہیں۔" اُن میں سے ایک نے فریدی سے کہا۔

"خالی نہیں۔" حمید بڑبڑایا۔ "سب حلق تک بھری ہوئی ہیں۔"

"تم میں سے شلی کی بہن کون ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟ آپ کون ہیں؟"

"پولیس....!"

"کیوں....؟ یہاں.... کوئی.... آپ کسے پوچھ رہے ہیں؟"

"شلی کی بہن۔" حمید نے ہانک لگائی۔ "ہا.... یہ ہے شلی کی بہن۔"

حمید نے اُس کی طرف اشارہ کیا جسے دیکھ کر اُسے شلی یاد آ گئی تھی۔ چاروں حیرت سے اُسے دیکھنے لگیں۔

"شلی کہاں ہے؟" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

"کیا تم میں سے کوئی اسے پہچان سکتی ہے؟" فریدی نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ تصویر پر جھک پڑیں۔

"ہاں.... یہ تو اُسی کی بہن ہے۔" ایک نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا....؟" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"کملا....!"

"اور اس کا....!" فریدی نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"بملا....!"

"شلی نہیں؟"

"جی نہیں۔"

"یہ کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں....!"

"مجھ سے سنئے۔" وہ بولی جس نے حمید سے سو روپے کا نوٹ اینٹھا تھا۔ "بملا کو ایک گاہک سے عشق ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ اُس کے ساتھ چلی گئی.... دو ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"اُس گاہک سے واقف ہو....!"

"نہیں....!"

"نام تو جانتی ہی ہو گی؟"

"جی نہیں....!"

فریدی نے کچھ اور تصویریں نکالیں۔

"اسے پہچانتی ہو؟"

"نہیں....!"

اُس نے یکے بعد دیگرے کئی تصویریں دکھائیں لیکن اُن میں سے کوئی کسی کو بھی نہ پہچان سکی۔

حمید بھی قریب آ گیا تھا۔ اُس کے منہ سے دیسی شراب کے بدبودار بھبکے نکل رہے تھے۔

فریدی نے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر دیوار سے جا ٹکرایا۔

چاروں طوائفیں کانپنے لگیں۔

"کیا تم دونوں کو کچھ آدمی کہیں سے اغواء کر لائے تھے؟" فریدی نے شلی کی بہن سے پوچھا۔

"نہیں تو....!"

"یعنی تم دونوں شروع سے یہی پیشہ کرتی رہی ہو؟"

"جی ہاں۔"

"تمہارے والدین....؟"

"ٹھہریئے جناب۔" حمید سے نوٹ اینٹھنے والی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "آپ شاید یہ بھول رہے

ہیں کہ ہم کسبیاں ہیں۔"

"مطلب....؟" فریدی اُسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

"والدین صرف شریفوں میں پائے جاتے ہیں۔" وہ بڑے تلخ لہجے میں بولی۔

"ہائیں.... تم نے پھر فلسفہ شروع کر دیا۔" حمید زور سے بڑبڑایا جو دیوار سے اس طرح چپکا ہوا کھڑا تھا جیسے وہ اُسے فریدی کی باز پرس سے بچالے گی۔

"اُس شخص کا حلیہ بتا سکتی ہو جو شلی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"حلیہ....!" شلی کی بہن اپنے ذہن پر زور دینے لگی۔ "اچھا خاصا.... آدمی تھا۔ سنجیدہ.... شریف.... حسین.... ماتھا چوڑا تھا.... ناک لمبی جس کی نوک اوپری ہونٹ پر جھکی ہوئی تھی۔ آنکھیں بڑی اور چمکیلی ہونٹ بہت پتلے اور سرخ تھے۔ ٹھوڑی نوکیلی تھی۔"

"اُس کے پیشے کے متعلق بھی کچھ نہیں بتا سکتیں؟"

"نہیں.... وہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ آتا.... چپ چاپ بیٹھا رہتا اور جیب میں جو کچھ بھی ہوتا نکال کر فرش پر ڈال جاتا تھا۔"

"بڑی رقمیں....؟" فریدی نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ دو ڈھائی سو سے کم کبھی نہیں ملا۔"

"اور صرف شلی ہی اُس پر عاشق ہوئی؟"

"آخر بات کیا ہے؟" وہی بولی جس نے حمید کے کان سہلائے تھے۔

"بڑی خاص بات جو بتائی نہیں جا سکتی۔" حمید نے ہانک لگائی۔

"تم خاموش رہو گے یا نیچے پھینک دوں۔" فریدی غرایا۔

حمید سہم کر دیوار سے چپک گیا۔

"بات یہ ہے کہ شلی ایک جرم کے سلسلے میں پولیس کی نظروں میں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جرم....!" شلی کی بہن کانپ گئی۔ "کیسا جرم....؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تمہارے یہاں کبھی ایسے لوگ بھی آتے ہیں جن کا تعلق فلمی دنیا سے ہو؟"

"کتنے ہی آتے جاتے رہے ہیں۔"

"اُن میں کوئی خاص آدمی۔"

"اگر کوئی آیا بھی ہوگا تو اُس نے ہم پر یہ نہ ظاہر کیا ہوگا کہ وہ خاص ہے یا عام۔"

"ہوں... اچھا... ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوتوالی طلب کیا جائے۔ یہاں اس شہر میں اُس وقت تک تمہاری موجودگی ضروری ہے جب تک پولیس تم پر سے نقل و حرکت کی پابندی نہ ہٹالے۔"

وہ چاروں خوفزدہ نظر آنے لگی تھیں۔ اب فریدی نے حمید کی گردن پکڑی۔

"معاذ اللہ۔" حمید کانپ کر بولا۔ "گر گر گردن ٹوٹی۔"

فریدی نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا۔

اُن چاروں کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"ذرا ٹھہریئے۔" سر سہلانے والی آہستہ سے بولی۔ فریدی حمید کی گردن تھامے ہوئے مڑا۔

"کیا یہ آپ کے ساتھ....؟"

"ہاں! یہ میرا ساتھی ہے۔"

طوائف نے بلاؤز کے گریبان سے نوٹ نکال کر فریدی کی طرف بڑھادیا۔

"کیوں؟"

"یہ ان کا ہے۔"

"اوہ سمجھا۔" فریدی نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کچھ سوچا پھر مسکرا کر بولا۔ "رکھو....اور یہی نہیں۔"

اُس کا ہاتھ حمید کے کوٹ کی اندرونی جیب کی طرف گیا۔

"یہ بھی لو۔" اُس نے حمید کا پرس بھی طوائف کی طرف بڑھادیا اور یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ اس میں اور کتنے روپے ہیں۔ "رکھو.... رکھو.... یہ بڑا مال دار آدمی ہے۔"

"نہیں.... غلط.... ظلم....!" حمید منہ اوپر اٹھا کر بڑبڑایا۔

"شٹ اپ....!"

طوائف ہچکچا رہی تھی۔ فریدی نے پرس زمین پر ڈال دیا۔ پھر اُس نے حمید کی کلائی سے گھڑی کھولی۔ ٹائی کا بیش قیمت پن نکالا۔ انگشتریاں اتاریں اور انہیں بھی فرش پر ڈال دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ سردیوں کا زمانہ ہے۔ ورنہ میں اس کے کپڑے تک اتروادیتا۔" فریدی

نے کہا اور انہیں حیرت زدہ چھوڑ کر حمید کو دھکے دیتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

"لٹ گئی دنیا میری.... او دنیا بنانے والے۔"

"خاموش رہو ورنہ مار ہی ڈالوں گا۔" فریدی نے ڈانٹا۔

"نہیں گائیں گے جناب۔" حمید رو پڑا۔ "میرے ہاتھ میں پتھر نہیں.... ورنہ.... آپ کو بھی گھر پہنچا دیتا۔"

فریدی خاموش رہا۔ حمید تھوڑی دیر تک روتا رہا۔ پھر ہنسنے لگا۔

"ہاہا.... شلی کی بہن بلی.... انسپکٹر فریدی.... ہاہاہا.... کہاں سے خریدی....؟"

"خاموش رہو.... ورنہ منہ میں رومال ٹھونس دوں گا۔" فریدی بولا۔

"کیا رومال ٹھونسو گے؟ آؤ ٹھونسو.... گولی مار دوں گا۔ گردن مروڑ دوں گا۔"

"ضرور.... ضرور.... رات بھر ٹھنڈے پانی کے ٹب میں غوطے دوں گا۔"

"ہاہا....!" حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔ "کون ہے جو مجھ سے ناکیں ملا سکے.... ہاہا.... انسپکٹر فریدی.... انسپکٹر خریدی.... انسپکٹر ندیدی.... انس....!"

گھر پہنچ کر فریدی نے اُسے تھوڑی سی سزا دینی چاہی لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔

دوسرے دن حمید شرمندگی کی وجہ سے اُس کے سامنے نہیں آیا۔

پچھلی رات کے دھندلے دھندلے واقعات اب بھی اُس کے ذہن میں تھے۔ اُسے یاد تھا کہ فریدی نے اُسے لوٹ کھسوٹ کر تقریباً ڈیڑھ ہزار کی مالیت کی چیزیں طوائفوں کے حوالے کر دی تھیں۔ پرس، انگشتریاں جن میں قیمتی پتھر تھے۔ گھڑی اور ٹائی کا پن.... اُسے سب کچھ یاد تھا لیکن اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ فریدی سے آنکھیں چار کر سکتا اور خود اُس کا ضمیر اُسے ملامت کر رہا تھا۔

وہ اُس وقت تک ناشتے کی میز پر نہیں گیا جب تک کہ فریدی نے بلوا نہیں بھیجا۔

آج ناشتے کی میز پر فریدی کا دوسرا اسسٹنٹ رمیش بھی موجود تھا۔ نہ جانے کیوں حمید کو اُس کی موجودگی بُری طرح کھل گئی۔ لیکن وہ بولا نہیں۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو وہ اُسے تنگ کر ڈالتا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" فریدی رمیش سے کہہ رہا تھا۔ "کل رات میں نے درجن کی

قیام گاہ بھی دیکھ لی اور یہی اندازہ لگایا کہ ہمارے پاس فی الحال اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کا ہاتھ کلاوتی کے اغواء میں ہو۔ لیکن ابھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کلاوتی کا اغواء بھی میوزک ڈائریکٹر ہی والے کیس سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ شلی کی شخصیت پُر اسرار ہے۔ اُس نے اپنے متعلق یہ بات مشہور کر رکھی تھی کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہے اور فلم میں کام کرنے کا شوق اُس کی بربادی کا باعث بنا تھا لیکن تحقیقات کرنے پر یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی۔ وہ ایک خاندانی طوائف تھی اور نہ کسی نامعلوم آدمی نے اُس سے اُسکا پیشہ ترک کرایا تھا۔ بہر حال اس کیس میں شلی کی شخصیت کافی اہمیت رکھتی ہے۔ آخر وہ حادثے کے فوراً بعد ہی غائب کیوں ہو گئی۔"

"لیکن یہ بموں والا معاملہ....؟" رمیش نے کہا۔ "آپ کہتے ہیں کہ وہ ٹائم بم نہیں تھے۔ پھر خود وہ پھٹے کس طرح؟ اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک ہی گیت بجانے کے دوران میں پھٹے تھے۔"

"اوہ.....یہ.....!" فریدی پُر خیال انداز میں بولا۔ "نہایت معمولی بات ہے لیکن اس میں محنت کافی صرف ہوئی ہو گی اور یہ پلان بنانے والا کافی ذہین رہا ہو گا۔ اُسے پیانو میں ایک اچھی خاصی مشین فٹ کرنی پڑی ہو گی اور اس کا تعلق اُن سُروں سے رہا ہو گا جن کے ذریعے وہ گت بجتی رہی ہو گی۔ اُن سُروں کے امتزاج سے اُس مشین میں حرکت پیدا ہوتی رہی ہو گی اور اسی حرکت سے بموں کے سیفٹی کیچ ہٹ جاتے رہے ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" رمیش نے بے بسی سے سر ہلا دیا۔

"چلو یوں سمجھو۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "ایک ٹائپ رائٹر کی مثال لے لو۔ فرض کرو تمہیں اے سے لے کر ایف تک کا سلسلہ وار ٹائپ کرنا ہے۔ مجھے اس پر یقین ہے کہ تم کم از کم ایک بار ضرور اس طرح ٹائپ کرو گے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کے علاوہ کچھ اور بھی ٹائپ کرو گے۔ میں نے اُس ٹائپ رائٹر میں ایک بم رکھ دیا اور اُس کے اندر کچھ ایسی کاروائی کر دی کہ جب تم اے سے لے کر ایف تک سلسلہ وار ٹائپ کرو تو اُس کا سیفٹی کیچ ہٹ جائے۔ تم نے ٹائپ کرنا شروع کر دیا۔ جب تک اے سے ایف تک سلسلہ وار ٹائپ نہیں کیا بجتے رہے۔ لیکن جیسے ہی تم اس ترتیب پر آئے سیفٹی کیچ ہٹ گیا اور ٹائپ رائٹر سمیت تمہارے چیتھڑے اڑ گئے۔"

"سمجھ گیا.... اوہ.... یہ بات کتنی واضح تھی۔" رمیش اپنا جوش دباتا ہوا بولا۔

"ایسے موقع پر ٹائم بم کا استعمال لایعنی ہے کیونکہ وہ وقت کا پابند ہوتا ہے۔ ایک مخصوص وقت پر اُس کا پھٹنا لازمی ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں فریدی حمید کو اس طرح نظر انداز کیے رہا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ حمید نے بھی مصلحتاً خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

"جرم کا مقصد ابھی پردہ راز ہی میں ہے۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اور مجرم کی شخصیت.... ہو سکتا ہے کہ وہ بھی سامنے آ جائے۔ لیکن شلی کا معاملہ صاف ہوئے بغیر یہ ناممکن ہے۔ شیشے کے گلاسوں کے وہ ٹکڑے جو کلاوتی کے گھر پر ملے تھے اُن میں سے کچھ پر صرف کلاوتی کی انگلیوں کے نشانات مل سکے ہیں۔"

رمیش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک نوکر ایک ملاقاتی کارڈ لایا۔ فریدی نے کارڈ لے کر دیکھا اور اُس کی دونوں بھنویں مل گئیں۔

"ڈائریکٹر مسعود۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

نوکر چلا گیا۔ پھر ناشتے کے اختتام تک فریدی خاموش ہی رہا۔ ناشتہ ختم کرنے کے بعد وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔

"کیوں اُستاد؟" سرجنٹ رمیش نے حمید کو مخاطب کیا۔ "آج بہت چپ چپ سے ہو؟"

"بزرگوں کا قول ہے کہ ایک خاموشی ہزار بلائیں ٹالتی ہے۔" حمید بولا۔

"ارے اسی کیس میں رہ گئے۔ کتنی ہی فلم ایکٹرسوں سے گٹھ جوڑ ہو سکتا ہے۔"

"مجھ سے بُری بُری باتیں مت کیا کرو۔" حمید نے کسی اللہ والے کا پوز بنایا۔

"اخاہ.... یہ کب سے حمید صاحب؟" رمیش طنزیہ لہجے میں بولا۔

"بھیجا مت چاٹو۔"

"معلوم ہوتا ہے کہیں پٹے ہو۔"

"چائے دانی پھوڑ دوں گا تمہارے سر پر۔" حمید بھنا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" رمیش کو بھی تاؤ آ گیا۔

حمید ٹال گیا۔ دل تو چاہا تھا کہ الجھ پڑے لیکن پھر کچھ سوچ کر رہ گیا۔ دونوں پندرہ بیس منٹ

تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر فریدی واپس آ گیا۔

"لو بھئی رمیش ایک اور نئی بات۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ "مسعود ایک نیا شوشہ چھوڑ گیا ہے۔ یہ رہا وہ خط جو اُسے کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے موصول ہوا ہے۔"

اُس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا میز پر رکھ دیا جس پر انگریزی ٹائپ میں تحریر تھا۔

"مسعود! اس فلم کی شوٹنگ فوراً بند کر دو۔ کہانی، اسکرین پلے اور ڈائیلاگ سب کچھ پھاڑ کر پھینک دو۔ ورنہ تم سب کا وہی حشر ہو گا جو رمیش اور اُس کے اسسٹنٹ کا ہوا۔ تم میں سے کوئی کلاوتی کی طرح غائب ہو گا اور کوئی سرِ عام مارا جائے گا۔ اسے پہلی اور آخری وارننگ سمجھو۔"

رمیش خط پڑھ چکنے کے بعد سوالیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی کے ماتھے پر سلوٹیں ابھری ہوئی تھیں۔

کارگذاری

مطلع اَبر آلود تھا۔ خنکی بڑھ گئی تھی۔ رات کے آٹھ ہی بجے تھے لیکن شہر کی بعض سڑکیں ویران ہو چکی تھیں۔

سرجنٹ حمید السٹر کے کالر کھڑے کیے فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکائے تیزی سے راستہ طے کر رہا تھا۔ بیڈن روڈ پر پہنچ کر وہ ایک تاریک عمارت کے سامنے رک گیا۔ چند لمحے بے حس و حرکت دیوار سے لگ کر کھڑا رہا۔ پھر السٹر کی جیب سے لکڑی کی ایک تختی نکالی جس پر تحریر تھا۔ "کرائے کے لئے خالی ہے۔" وہ آہستہ آہستہ اُس جگہ پہنچا جہاں کسی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی اور پھر چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد اُس نے نام کی تختی کی جگہ اپنے ساتھ لائی ہوئی تختی لگا دی۔

بیڈن روڈ شہر کی اُن سڑکوں میں سے ہے جن پر زیادہ آمد و رفت نہیں رہتی۔ ایک طرف چند عمارتیں ہیں اور دوسری طرف پولو گراؤنڈ ہے۔ پولو گراؤنڈ کے آگے دیہی علاقے شروع ہو جاتے ہیں۔

سرجنٹ حمید نے اس وقت پولو گراؤنڈ ہی والے حصے کی ایک عمارت کے سامنے یہ عجیب و غریب حرکت کی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ چند لمحے ساکت و سامت کھڑا رہا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔ اُس کے جانے کے دس پندرہ منٹ بعد ہی تاریکی میں دو سائے اور دکھائی دیئے جو آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر جہاں حمید نے تختی لگائی تھی وہ رک گئے۔ انہوں نے بھی لمبے کوٹ پہن رکھے تھے اور اُن کے فلٹ ہیٹ ان کے چہرے پر جھکے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں روشنی کا ننھا سا دائرہ حمید کی لگائی ہوئی تختی پر پڑ رہا تھا۔

"عجیب آدمی ہو۔" پہلا دوسرے کی طرف جھنجلا کر مڑا۔

"لیکن....!" دوسرا بولا۔ "آج دوپہر کو تو یہاں ڈاکٹر جیر اللہ کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔"

"عمارت بھی تاریک ہے۔" پہلا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہاری نظروں کا دھوکا نہیں تھا۔"

"اب میں کیا عرض کروں۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔" دوسرے کی آواز کپکپاری تھی۔

"خیر! دیکھتا ہوں۔" پہلے نے آگے بڑھ کر سلاخوں دار پھاٹک کھولنے کی کوشش کی جو اندر سے بند تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" وہ دوسرے کی طرف مڑ کر بولا۔

پھر وہ دونوں پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف اُترتے ہوئے نظر آئے۔

پائیں باغ میں سناٹا تھا۔ پورٹیکو اور برآمدے میں بھی سناٹے اور تاریکی ہی کا راج تھا۔

"اندر کوئی ہے۔" پہلے نے دوسرے سے سرگوشی کی۔ "یہاں اس کھڑکی سے دیکھو۔ وہ روشنی کی پتلی سی لکیر۔ شاید وہ کسی دروازے کی جھری ہے۔"

برآمدے میں تین دروازے تھے۔ باری باری سے اُن پر زور آزمائی کی گئی لیکن وہ اندر سے بند تھے۔

"چلو....!" پہلا بولا۔ "دوسری طرف سے دیکھیں۔"

برآمدے سے پورٹیکو میں آتے ہوئے ایک لڑکھڑایا۔ اس سے پہلے کہ دوسرا سہارا دیتا وہ ایک گملے سمیت نیچے جا پڑا۔ سناٹے میں آواز دور تک پھیلی.... پھر وہ ابھی اٹھنے بھی نہیں پایا تھا

کہ کسی نے عمارت کا دروازہ کھول کر برآمدے کی بجلی جلادی۔

فریدی آنے والے کو گھور رہا تھا اور سرجنٹ رمیش اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔

"کیا مطلب....؟" برآمدے میں کھڑا ہوا آدمی بڑبڑایا۔"آپ لوگ کون ہیں؟"

"پولیس....؟" فریدی کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"لیکن....اس طرح....میں نہیں سمجھا۔"

"میں بھی کچھ سمجھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔"ایک ایسی عمارت پر جو خالی نہ ہو۔ خالی کا بورڈ لگانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"میں پھر نہیں سمجھا۔ یہ ڈاکٹر جیرالڈ کا بنگلہ ہے۔"

"میرے ساتھ آیئے۔" فریدی بولا۔

"کیوں....؟"

"میں آپ کو دکھادوں۔" فریدی نے پھاٹک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

فریدی اُس آدمی کو اپنے ساتھ پھاٹک تک لایا اور پھر جیسے ہی اُس نے ٹارچ کی روشنی نیم پلیٹ پر ڈالی حواس باختہ ہو گئے۔ کیونکہ "کرائے کے لئے خالی ہے" والی تختی غائب تھی اور اُس کی جگہ ڈاکٹر جیرالڈ کی نیم پلیٹ لٹک رہی تھی۔

"مجھے شبہ ہے!" اُس آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔"تم لوگ کون ہو؟"

فریدی نے اپنا وزیٹنگ کارڈ جیب سے نکال کر اُس کی طرف بڑھادیا۔

"اوہ... لیکن میں... نہیں سمجھ سکتا۔" وہ ٹارچ کی روشنی میں وزیٹنگ کارڈ پڑھ کر بڑبڑایا۔

"میرے پاس یہاں کی تلاشی کا وارنٹ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تلاشی....یعنی....آخر کیوں۔ ٹھہریئے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو جگادوں۔ وہ بیمار ہیں۔"

وہ آدمی تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا پائیں باغ طے کرنے لگا۔ فریدی اور رمیش بھی اُسکے پیچھے تھے۔

فریدی رمیش سے آہستہ آہستہ کہتا جارہا تھا۔"تم بہت بے تکے گرے۔ سب چوپٹ ہو گیا۔"

"تشریف رکھئے۔" اُس آدمی نے ایک بڑے کمرے میں روشنی کرتے ہوئے کہا۔"میں ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔ جگانا پڑے گا۔"

وہ اُن دونوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔

سرجنٹ حمید بنگلے کی پشت پر دبکا ہوا تھا۔ نیچے ایک گہرا نالہ تھا جس میں پانی نہیں تھا اور نالے کے دوسرے کنارے پر گھنی جھاڑیوں کا سلسلہ تھا جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں حمید کو رہ رہ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور پیش آئے گا۔ تختیوں والا لطیفہ بھی کامیاب رہا تھا۔ اُس نے دیوار کی اوٹ سے فریدی کی بوکھلاہٹ دیکھی تھی اور دل ہی دل میں بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ اگر کہیں وہ ہنسی ہونٹوں پر آجاتی تو سارا کھیل ہی بگڑ گیا ہوتا۔

یہ دراصل فریدی کے خلاف ایک انتقامی کاروائی تھی۔ اس دوران میں فریدی نے اُسے لفٹ دینی چھوڑ دی تھی۔ اُس کی جگہ رمیش کا دور دورہ تھا۔ نہ وہ اُس سے کسی کام کے سلسلے میں مشورہ لیتا اور نہ کسی کام کے لئے کہتا۔ حتیٰ کہ اُس کے پاس میوزک ڈائریکٹر والے کیس کے جو کاغذات تھے وہ بھی اُس نے لے لئے تھے۔

حمید کو یہ ساری باتیں بہت گراں گذر رہی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہا اور پھر اُس نے تہیہ کرلیا کہ فریدی کو کوئی کام ڈھنگ سے کرنے کا موقع ہی نہ دے گا اور رمیش کی حجامت بنانے کے متعلق تو وہ کئی دنوں سے سوچ رہا تھا۔

آج شام کو رمیش نے فریدی کو اطلاع دی تھی کہ اُس نے بیڈن روڈ کے ایک بنگلے میں ایک ایسی عورت کو دیکھا ہے جو شلی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ بنگلہ رات کو عموماً تاریک ہی رہا کرتا ہے لیکن دن کو اُس میں آدمی دکھائی دیتے ہیں۔ حمید دوسرے کمرے سے اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔

بس پھر اُس نے بھی اپنی شرارت کی اسکیم مرتب کرلی۔ کچھ پتہ نہیں فریدی گھر میں اُس کی موجودگی سے واقف تھا یا نہیں۔ بہر حال بھول کر بھی وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ حمید اُس سے بھی ٹکرا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حمید کو یہ بھی معلوم تھا کہ فریدی یا تو تنہا آئے گا یا صرف رمیش اُس کے ساتھ ہوگا۔ ایسے معاملات میں وہ پہلے بذات خود اچھی طرح چھان بین کرلیتا تھا۔ پھر اُسے مقامی پولیس کے علم میں لاتا تھا۔ شلی والی بات چونکہ سنی سنائی تھی اس لئے اُس نے آج بھی اپنا اطمینان کئے بغیر پولیس کو مطلع کرنا مناسب نہ سمجھا۔

حمید بنگلے کی عقبی دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ دفعتاً اُسے کچھ دور پر دیوار کے نیچے ہی ہلکی سی

روشنی دکھائی دی اور ایسا معلوم ہوا جیسے دو سائے دیوار سے نکل کر نالے میں اُتر گئے ہوں اور اُسکی مشاق آنکھوں سے اندھیرے میں بھی یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی کہ اُن میں ایک یقیناً عورت تھی۔

حمید کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ تو کیا واقعی رمیش کی اطلاع درست تھی؟ حمید سینے کے بل رینگتا ہوا نالے میں اُتر گیا۔ پھر اُس نے دیکھا وہ دونوں بھی بالکل اُسی طرح زمین پر رینگتے ہوئے نالے کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہے ہیں۔

حمید اُن سے پہلے ہی دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اُس مقام کی طرف رینگتا رہا جہاں اُن دونوں کے پہنچنے کی توقع تھی اور شاید ایک ہی منٹ کے وقفے میں وہ اُن کے قریب کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔

پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حمید اُس عورت کی آواز نہ پہچان لیتا جس کے چکر میں عرصہ تک رہ چکا تھا۔ وہ یقیناً شلی ہی تھی۔ لیکن مرد کی آواز حمید کے لئے نئی تھی۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" مرد اُس سے کہہ رہا تھا۔ "میں ذرا آس پاس دیکھ لوں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہو۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" شلی بولی۔

"بس یہیں چپ چاپ کھڑی رہو۔ جھاڑیاں تمہارے قد سے کافی اونچی ہیں۔ ڈرو نہیں.... کوئی بات نہیں۔"

حمید کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس آدمی کے جانے کے بعد بھی وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اچانک آگے بڑھ کر اُس نے اپنا ہاتھ شلی کے منہ پر رکھ دیا۔ وہ تڑپی لیکن گرفت مضبوط تھی۔

"چپ... پولیس....!" حمید نے اس انداز میں سرگوشی کی کہ اُس کی آواز پہچانی نہ جا سکے۔ دوسرے لمحے میں وہ اُسے کمر پر لادے اُس طرف بھاگ رہا تھا جہاں اُس نے کار کھڑی کی تھی۔

"تو مجھے چلنے دو نا۔" شلی آہستہ سے بولی۔

"پکڑی جاؤ گی.... خطرہ ہے۔ چپ۔"

پھر شلی بے حس و حرکت ہو گئی۔

کار کی پچھلی سیٹ پر اُسے ڈال کر حمید نے اُس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ بایاں ہاتھ اُس کے

منہ پر تھا۔ شلی جو ابھی تک شاید اُسے اپنے ہی آدمیوں میں سے سمجھتی رہی تھی بُری طرح مچلنے لگی تھی۔ لیکن اُسے بے ہوش ہی ہو جانا پڑا۔ لگی بھی تو تھی ایک ایسے جنونی کے ہاتھ جس پر شرارت اور حماقت کا بھوت سوار تھا۔

حمید نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے اور اُسے لے بھاگا۔

کار شہر میں پہنچ کر کیفے کاسینو کی طرف جارہی تھی۔ وہیں جہاں کنول کاؤنٹر کلرک تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر کنول وہاں موجود نہ ہوئی تو کیا ہوگا۔ اُسے یہ بھی یاد نہیں آرہا تھا کہ اُس نے اُس رات کو کنول سے اُس کا پتہ بھی پوچھا تھا یا نہیں.... یہ بھی ضروری نہیں کہ کیفے کا کوئی آدمی اُس کی جائے رہائش سے بھی واقف ہو۔

حمید کی الجھن بڑھنے لگی۔ فی الحال اُس کی دانست میں کنول ہی ایسی تھی جو اُسے تھوڑی بہت مدد دے سکتی تھی۔

کیفے کاسینو پہنچ کر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کنول موجود نہیں تھی۔ لیکن اُسے بھی حمید کی خوش قسمتی ہی کہنا چاہئے کہ دوسرا کاؤنٹر کلرک کنول کی جائے رہائش سے واقف تھا۔

اُس وقت نہ جانے کیوں حمید کی نظر ہر بات کے تاریک ہی پہلو پر تھی۔ اب وہ سوچنے لگا تھا کہ اگر کنول گھر پر بھی نہ ملی تو کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں اور چلی گئی ہو۔

پتہ سیدھا سادہ تھا۔ لہٰذا حمید کو کنول کا کوارٹر ڈھونڈ لینے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ کنول گھر پر موجود تھی۔ حمید کے ساتھ ایک خوبصورت اور بے ہوش عورت کو دیکھ کر پہلے تو وہ یہی سمجھی کہ شاید وہ اس وقت بھی پیے ہوئے ہے۔

"سنئے جناب حمید صاحب۔" وہ کھردرے لہجے میں بولی۔ "میرا گھر عیاشی کا اڈا نہیں بن سکتا۔"

"تم غلط سمجھیں۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "یہ ایک بہت ضروری عورت ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ خوبصورت عورتیں ہر حال میں بہت ضروری ہوتی ہیں۔"

"میں ابھی سب کچھ تم کو سمجھادوں گا۔" حمید نے کہا اور بے ہوش شلی کو کار سے نکال کر کوارٹر میں پہنچادیا۔

"عجیب آدمی ہو۔ پاس پڑوس والے کیا کہیں گے؟"

"اُن سے کہہ دینا کہ میرا بہنوئی میری بہن کو بغرض علاج یہاں لایا ہے۔" حمید نے لاپروائی

سے کہا۔

"کیا بکتے ہو؟" کنول جھنجھلا گئی۔

"چلو بیٹھو... نہیں تو گردن مروڑ دوں گا۔" حمید نے اُسے ایک آرام کرسی میں دھکیل دیا۔

کنول حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا ہو۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "یہ ایک ایسی عورت ہے جس کی تلاش میں پورے شہر کی پولیس سرگرداں ہے۔"

"کون....؟"

"شلی.... تم نے فلم آرٹ اسٹوڈیو کے حادثات کے متعلق سنا ہی ہوگا۔"

"اوہ.... تو یہ وہی عورت ہے.... میوزک ڈائریکٹر کی داشتہ....؟"

"خیر چلو.... سمجھ تو گئیں۔" حمید نے پائپ سلگا کر کہا۔

"لیکن اسے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اگر میری مدد کرنے کا وعدہ کرو تو پوری داستان دہرائی جا سکتی ہے۔"

"میں وعدہ نہیں کر سکتی۔ تم سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"اوہ.... یہ کنول بول رہی ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "وہ کنول جس نے مسٹر کیو کا راستہ کاٹا تھا۔"

"شاید میں اس وقت مکھن کے سمندر میں غوطے لگا رہی ہوں۔" کنول نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"میں فریدی سے ٹکرا گیا ہوں اور اُن حضرت کو سبق دیئے بغیر نہ مانوں گا۔"

پھر اُس نے پوری داستان دہرا دی۔ کنول ہنستی رہی۔

"میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔" آخر کو اُس نے کہا۔

"مجھے جانتی ہو۔ میں کون ہوں۔" حمید بھنویں تان کر بولا۔

"ہاں.... ہاں.... ایک ایسا آدمی جو تین پیگ وہسکی میں اُلو ہو جاتا ہے۔"

"خیر.... دیکھا جائے گا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ پھر اُس نے بے ہوش شلی کو اٹھانے کی کوشش کی۔

"ٹھہرو.... یہ ایسے نہیں جاسکتی۔ میں فریدی صاحب کو فون کرتی ہوں۔"

"مار ڈالوں گا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔ کنول نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔

"میں تمہیں اُلو سمجھتی ہوں۔" کنول بولی۔ "آخر کرنا کیا چاہتے ہو خواہ مخواہ ایک کیس بگاڑ کر رکھ دیا۔ اگر فریدی صاحب اسے اس مکان سے برآمد کرتے تو کئی اور گرفتاریاں بھی عمل میں آسکتی تھیں۔"

"میں فریدی صاحب کو تنگ کرڈالوں گا۔" حمید نے کہا اور اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

شلی میں ہوش کے آثار پائے جانے لگے تھے۔ اُس کی پلکیں کپکپا رہی تھیں۔ نچلے ہونٹ میں خفیف سی جنبش تھی۔

"سنو....!" حمید نے سرگوشی کی۔ "یہ ہوش میں آرہی ہے۔ تم یہیں بیٹھو میں کمرے میں جارہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں چھپ کر رد عمل کا مشاہدہ کروں گا۔ تم بالکل خاموش رہنا.... اس کی کسی بات کا جواب نہ دینا۔ سمجھیں۔"

ایک پاگل ایک لاش

فریدی اور رمیش، ڈاکٹر جیرالڈ کی خواب گاہ میں بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آگیا۔

"چلئے.... ڈاکٹر صاحب یاد فرمارہے ہیں۔ وہ بے چارے اٹھ بھی نہیں سکتے۔ اس وقت بھی ایک سو تین بخار ہے۔"

فریدی اور رمیش اُس کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے۔ یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ سامنے ایک پلنگ تھا جس پر ایک آدمی سر سے پیر تک چادر تانے پڑا تھا۔ اُن کی آہٹ پر اُس نے منہ کھول دیا۔ وہ اُسے کوئی غیر ملکی سمجھے ہوئے تھے لیکن اگر اُس کا نام جیرالڈ تھا تو وہ ایک دیسی عیسائی سے زیادہ کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ چہرہ پلپلا، رنگت گندمی، شیو بڑھا ہوا جس میں زیادہ تر سفید ہی

بال تھے۔ آنکھوں سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

"مجھے حیرت ہے جناب۔" وہ دبی دبی سی آواز میں بولا۔ "میں سالہا سال سے باعزت زندگی گذار رہا ہوں اور پھر مجھے حیرت ہے کہ آپ ایک ہسپتال کی تلاشی لینے آئے ہیں۔"

"ہسپتال....؟" فریدی نے دہرایا۔

"جی ہاں! میں پندرہ سال سے یہاں پریکٹس کر رہا ہوں۔ لوگ مجھے ذہنی امراض کا اسپیشلسٹ سمجھتے ہیں۔ دو تین کمرے میں نے ایسے مریضوں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں جو باقاعدہ طور پر یہاں قیام کر کے اپنا علاج کرا سکیں۔"

"لیکن آپ نے یہاں کوئی ایسا بورڈ نہیں لگایا ہے؟" فریدی نے کہا۔

"ضرورت نہیں سمجھی۔ پریکٹس شہر میں کرتا ہوں۔ بورڈ اس لئے نہیں لگایا کہ ہر کس و ناکس یہاں قیام کر بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ میرا طریقہ علاج بہت مہنگا پڑتا ہے۔ صرف ایک مخصوص طبقہ ہی اتنے مصارف برداشت کر سکتا ہے۔"

"آج کل آپ کے یہاں کتنے مریض ہیں؟"

"صرف ایک.... ایک عورت جس پر ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے شلی اور کلاوتی کی تصاویر جیب سے نکالیں۔

"ان میں سے کوئی؟" اُس نے تصویریں اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس دوران میں ان میں سے تو کوئی آپ کی مریضہ نہیں رہی؟"

تصویروں پر نظر پڑتے ہی ڈاکٹر چونک پڑا۔ اور اب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر اُس نے کنکھیوں سے فریدی کی طرف دیکھا جو اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں.... یہی تو ہے.... اس پر ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں۔" اُس نے شلی کی تصویر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ یہاں کب سے ہے؟"

"تقریباً ایک ہفتہ سے۔"

"کس نے داخل کرایا تھا....؟" فریدی نے پوچھا۔

"اُس کے شوہر نے.... وہ بھی اُسی کے ساتھ مقیم ہے۔"

"یہیں....؟"

"جی ہاں....!" ڈاکٹر نے کہا۔ پھر اُس آدمی کی طرف دیکھ کر بولا جو فریدی کو یہاں تک لایا تھا۔ "غالباً وہ دونوں سو رہے ہوں گے۔"

"پتہ نہیں.... ویسے میں نے آٹھ ہی بجے اُس کمرے کی روشنی گل کرا دی تھی۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے اُس کمرے تک لے چلئے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"آخر بات کیا ہے؟" ڈاکٹر نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"پولیس کو اُس عورت کی ضرورت ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ.... کمرہ دکھادو....!" ڈاکٹر نے اُس آدمی سے کہا۔

"وہ تینوں راہداری سے گذر کر ایک کمرے کے قریب پہنچے جس کا دروازہ بند تھا اور کھڑکیوں میں روشنی نہیں تھی۔

"ساگر صاحب۔" ہمراہی نے دروازے پر دستک دی۔

متواتر کئی بار دستک دینے کے باوجود بھی اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ فریدی آگے بڑھا اُس نے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا۔ شاید وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔

"ساگر صاحب۔" ہمراہی نے پھر آواز دی۔ مگر جواب ندارد۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی۔ کمرہ خالی تھا۔ دو پلنگ تھے جن پر بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک بستر شکن آلود تھا لیکن دوسرے پر شاید کوئی بیٹھا بھی نہیں تھا۔

ہمراہی حیرت سے کبھی فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بستروں کی طرف۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ اس کمرے میں تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! میں نے خود ہی انہیں بجلی بجھا دینے کی تاکید کی تھی۔"

"کیا وہ اس وقت مکان کے کسی دوسرے حصے میں بھی ہو سکتے ہیں؟"

"کیا بتاؤں!" وہ پریشان لہجے میں بولا۔ "ہم تو یہی توقع رکھتے ہیں کہ مریض اپنے ہی کمروں میں ہوں گے۔"

"میں.... پورا مکان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آیئے.... عجیب بات ہے.... حیرت انگیز۔" ہمراہی مضطربانہ انداز میں بڑبڑا رہا تھا۔

پوری عمارت پر سناٹا طاری تھا۔ ہمراہی جدھر سے گذرتا بجلی کا بلب روشن کردیتا۔ وہ ایک ایک گوشہ دیکھتے پھر رہے تھے۔ مکان کے آخری سرے پر پہنچ کر ہمراہی کے منہ سے ایک تحیر زدہ سی آواز نکلی۔

"یہ دروازہ....!" وہ ایک کھلے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "شاید اسی طرف سے نکل گئے۔"

فریدی نے باہر نظر دوڑائی۔ اندھیرے میں گھنی جھاڑیوں کے سلسلے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر وہ کافی دیر تک اُن جھاڑیوں میں جھک مارتے رہے لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔

البتہ یہ بات فریدی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اگر وہ ایک ہی آدمی تھا تو اُس نے بیک وقت دو کام کیسے کیے۔ ظاہر ہے کہ نام کی تختی ہٹا کر "خالی ہے" کا بورڈ لگانے اور پھر انہیں دوبارہ بدلنے میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور صرف ہوا ہوگا۔ کیا مجرم پہلے ہی سے اُنکی آمد سے باخبر ہوگیا تھا۔

ڈاکٹر کے کمرے میں واپس آکر فریدی کچھ اور معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے اُسے بتایا کہ مریضہ کے شوہر نے کہا تھا کہ وہ اُس کی شہرت سن کر سعید آباد سے یہاں آیا تھا۔ پھر فریدی نے اُس آدمی کا حلیہ پوچھا۔ ڈاکٹر کے بیان کرنے پر وہ اس کے علاوہ اور کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ شلی کو طوائفانہ زندگی سے نکال کر یہاں اس ہسپتال تک لانے والا ایک ہی آدمی تھا۔ اُن طوائفوں نے بھی یہی حلیہ بتایا تھا۔

واپسی پر فریدی رمیش سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارے اس طرح گرنے سے سارا کھیل بگڑ گیا۔"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ کیڈی تک پہنچ گئے۔

فریدی کا موڈ بہت زیادہ خراب ہوگیا۔ اور رمیش دل ہی دل میں شرمندہ تھا۔ سوچ رہا تھا کہ پہلی بار آگے بڑھنے کا موقع ملا تھا وہ اس طرح برباد ہوگیا۔ اُسے خود بھی احساس تھا کہ اگر وہ گرا نہ ہوتا تو مجرم کسی طرح بھی فرار نہیں ہوسکتے تھے۔ لیکن پھر وہ تختیاں کیسے بدلی گئیں۔ ایسی صورت میں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ مجرم پہلے ہی سے ہوشیار تھے اور انہوں نے ہمارا وقت برباد کرنے کے لئے تختیاں بدلیں۔ پھر اسی دوران میں نکل گئے۔

"آج کل آپ حمید صاحب سے کیوں ناراض ہیں۔" رمیش نے دفعتاً پوچھا۔

"اوں.... کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ وہ آرام کرنا چاہتا ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"میں کیا بتاؤں.... مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے۔"

"اوہ.... کوئی بات نہیں.... اتفاق ہی تو ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ "مگر وہ تختیوں والا معاملہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر مجرموں کو ہمارے پروگرام کا علم کیونکر ہوا۔"

"تو کیا یہ ڈاکٹر مشتبہ نہیں ہے؟" رمیش نے پوچھا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ اگر وہ اس سازش میں شریک ہوتا تو ہرگز اس کا اعتراف نہ کرتا۔ کیونکہ مجرم تو نکل ہی چکے تھے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر رمیش بولا۔

"آخر کلاوتی کہاں گئی۔ شلی کا پتہ تو لگ ہی گیا۔"

"ضروری نہیں کہ کلاوتی کا تعلق اسی کیس سے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"فلمی دنیا میں اس اغواء سے خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا ہے۔ ڈائریکٹر رمیش کی موت سے لوگوں نے اتنا اثر نہیں لیا جتنا کہ اس اغواء سے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ الجھن کے آثار اُس کے چہرے سے مترشح تھے۔

"کیوں نہ ہم اس وقت درجن کو بھی چیک کر لیں۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اُس کے حرکات وسکنات مشتبہ ضرور ہیں لیکن ابھی تک اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔"

"خطرناک آدمی ہے....!" رمیش بولا۔

فریدی نے کار گھمائی۔

درجن ایک پرانی وضع کی عمارت میں رہتا تھا۔ عمارت کافی بڑی تھی اور اُس میں دو منزلیں تھیں۔ نچلی منزل میں تین حصے تھے جن میں کرایہ دار رہتے تھے اور اوپری منزل پر درجن کا قبضہ تھا۔

نیچے ایک چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اُن دونوں کی قدموں کی آہٹ پر چونک پڑا۔

"درجن صاحب ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

چوکیدار اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "کھڑکیوں میں روشنی تو ہے۔ ضرور ہوں گے۔"

"کیا ابھی یہاں کوئی آیا تھا....؟"

"پتہ نہیں صاحب درجنوں آیا جایا کرتے ہیں۔" چوکیدار جھنجھلا کر بولا۔

وہ کچھ چڑ چڑے مزاج کا معلوم ہوتا تھا۔ فریدی نے ایک ہی نظر میں تاڑ لیا کہ وہ افیونی بھی ہے۔

"اُف فوہ! بڑے میاں! تم ناراض ہو گئے۔" فریدی اُس کا شانہ تھپ تھپا کر بولا۔ "کیا آج چنیا بیگم سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"اپنا کام کیجئے۔" بوڑھے نے جھلا کر کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر بیڑی اور دیا سلائی ٹٹولنے لگا۔

فریدی نے پرس نکال کر پانچ کا ایک نوٹ کھینچا۔ بوڑھا حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"جاؤ.... ابھی ٹھیکے کی دکان کھلی ہو گی۔" فریدی نے اُس کی طرف نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اپنے لئے افیون اور میرے لئے چرس لیتے آنا۔"

"چرس....!" وہ فریدی کو نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔ "آپ چرس پیتے ہیں؟"

"ہاں ابھی حال ہی میں شروع کی ہے۔ اوپر بیٹھ کر پیئوں گا۔" فریدی اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا بولا۔ "اور وہ لونڈیا ہے یا چلی گئی؟"

"درجن بابو کی بہن....؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہاں! کیوں بڑے میاں۔ زوردار ہے کہ نہیں۔"

"پتہ نہیں صاحب۔" بوڑھا اُس کے ہاتھ سے نوٹ لے کر بولا۔ "کتنی پڑیاں لاؤں؟"

"چار.... تو وہ ہے یا چلی گئی؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے دیکھا بھی نہیں۔ سنا تھا کہ وہ بیمار تھی اور بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائی گئی تھی۔"

"کب کی بات ہے؟"

"شاید منگل کی رات کو۔"

"ہوں....!" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "نو بجے کے بعد سے اب تک یہاں کوئی آیا تھا؟"

"نہیں صاحب۔" وہ جلدی سے بولا۔ "کہیں دکان بند نہ ہو جائے۔ کوئی نہیں آیا۔ درجن بابو بھی آج شام سے نیچے نہیں اترے۔"

"ہاں اچھا.... جاؤ جاؤ۔"

بوڑھا تقریباً دوڑتا ہوا احاطے سے نکل گیا۔

"رمیش....!" فریدی بولا۔ "تم یہیں چوکیدار کی پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ میں اوپر جاتا ہوں۔ ٹھیکے کی دکان یہاں سے دور ہے کچھ دیر لگے گی۔"

پھر فریدی دبے پاؤں زینے طے کرتا ہوا اوپر جارہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور اندر تاریکی تھی۔ شاید اُس دروازے کے بعد کوئی راہداری تھی۔ فریدی کو اس بات کا یقین تو ہو ہی گیا تھا کہ وہاں کوئی عورت بھی ہے۔ ورنہ اُس سے پہلے کی تفتیش کا ماحصل تو یہی تھا کہ درجن وہاں تنہا رہتا تھا۔ مگر اب اُس کی ایک بیمار بہن بھی پیدا ہو گئی تھی۔ منگل کی رات.... اُسی رات کلاوتی کا بھی اغواء ہوا تھا اور اُسی رات سرجنٹ حمید نے درجن کے ایک ساتھی کا سر بھی پھاڑا تھا۔ جو غالباً کیلاش ہوٹل میں درجن کے اغواء والی کامیابی کی خبر ہی دینے آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نیچے اتر آیا۔ بوڑھا چوکیدار ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اور اُس کی پلنگ پر لیٹا ہوا رمیش سیاہ لباس میں اندھیرے ہی کا ایک جزو معلوم ہو رہا تھا۔

"اوپر....!" فریدی اوپری منزل کی کھڑکیوں کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "روشنی تو ہے لیکن زندگی کے آثار نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ کوئی ہے ہی نہیں۔ ویسے دروازہ اندر سے بند ہے۔"

"پھر....؟" رمیش اٹھتا ہوا بولا۔

"تم یہیں رہو۔ بوڑھا اگر آجائے تو اُسے باتوں میں لگائے رکھنا۔ میں دوسری طرف سے دیکھتا ہوں۔"

رمیش چپ چاپ لیٹ گیا اور فریدی چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر پہنچا۔ دوسری طرف سے اوپری منزل پر پہنچنا آسان تو تھا مگر ساتھ ہی خطرناک بھی تھا۔ کیونکہ یہ عمارت ایک گنجان آباد حصے میں تھی۔ اگر وہ پائپ کے سہارے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا تو آس پاس کے لوگوں کی نظریں پڑ سکتی تھیں۔ لیکن چند ہی لمحوں کی چھان بین کی بناء پر یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ ایک ایسے پائپ کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا جو ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کی اوٹ میں تھا اور اوپر سے اُسے نیم کی گھنی شاخوں نے چھپالیا تھا۔ اوپر پہنچ کر البتہ اُسے پھر تھوڑی سی دشواری پیش آئی۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ضرور تھی لیکن پائپ سے کافی فاصلے پر تھی۔ اُس تک

پہنچنا بظاہر آسان تو تھا لیکن خطرے سے خالی نہیں۔ کارنس پر پیر رکھنے کے بعد صرف تھوڑی سی پھرتی اُسے کھڑکی تک پہنچا سکتی تھی۔ لیکن عمارت بہت پرانی تھی اور اس میں لکھوری اینٹیں لگائی گئی تھیں جنہیں شورا چاٹنے لگا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریدی کارنس سمیت ہی نیچے آپڑتا۔ نیم کی شاخیں بھی دور تھیں۔ فریدی کی جھنجھلاہٹ عود کر آئی۔ وہ جھنجھلاہٹ جو اُسے خطرناک سے خطرناک کام کر ڈالنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

اُس نے کارنس پر داہنا پیر رکھ کر جست لگائی۔ کھڑکی کی چوکھٹ پر اُس کے ہاتھ جم گئے۔ لیکن ساتھ ہی آنکھوں کے سامنے تارے بھی ناچ گئے۔ کارنس کی اینٹیں اکھڑ کر بھر بھراتی ہوئی نیچے چلی گئیں اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ چوکھٹ میں جھول گیا۔ حاضر دماغی اور قوت ارادی ہی تھی جس نے سہارا دیا ورنہ اُس کا جسم ہڈیوں اور لوتھڑوں کا ڈھیر نظر آتا۔ چوکھٹ پر زور دے کر وہ اچھلا اور پھر وہ دوسری طرف تھا۔ تاریکی اور تعفن اُس کی منتظر تھی۔ سیلن کی بساندھ اور ابابیلوں کے بیٹ کی بدبو سے اُس کا دم گھٹنے لگا۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ مکان کے عقبی حصے میں تاریکی تھی۔ لیکن اگلے کمروں میں روشنی نظر آرہی تھی۔ فریدی اندھیرے میں سمٹا سمٹا تا آگے بڑھ رہا تھا۔ کمروں کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ دو تین منٹ گذر گئے لیکن کہیں کوئی ہلکی سی بھی آواز نہ آئی۔ بس ایک کلاک کسی قریبی کمرے میں "ٹک ٹک" کیے جا رہا تھا۔

فریدی نے ایک کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ روشنی ضرور تھی لیکن کمرہ خالی تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ برابر کے دوسرے کمرے کی بھی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ لیکن اُس کھڑکی سے جھانکتے ہی اُس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ بے دھڑک کمرے میں گھستا چلا گیا۔

سامنے درجن کی لاش لٹک رہی تھی اور رسی کا دوسرا سرا چھت کی ایک شہتیر کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ خودکشی کے سارے آثار موجود تھے۔

فریدی اس لاش کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں اُس پر جم سی گئی تھیں اور اس کا پورا جسم بے حس و حرکت تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کمرے میں دو لاشیں ہوں۔ ایک وہ جو رسی میں جھول رہی تھی اور دوسری وہ جو زمین پر کھڑی تھی۔

دفعتاً کسی منڈیر پر دو بلیاں رونے لگیں اور فریدی چونک کر اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا

جیسے نیند سے چونکا ہو۔

وہ آہستہ آہستہ لاش کی طرف بڑھا۔ چند لمحے نیچے سے اُوپر تک اُسے دیکھتا رہا پھر اُس نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا جس میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دکھائی دے رہا تھا۔

اُس نے بڑے پرسکون انداز میں کاغذ نکال لیا۔ اُس پر سرخ روشنائی سے کچھ تحریر تھا۔

پھر وہ شاید ایک ہی منٹ بعد دیوانہ وار ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک کمرے کے دروازے میں اُس نے تالا پڑا دیکھا۔ تالے سے کنجی بھی لٹک رہی تھی۔

اور پھر جب دروازہ کھلا تو ایک نئی مصیبت.... کمرے کا بلب روشن تھا اور کلاوتی کمرے کے وسط میں مادر زاد برہنہ کھڑی فریدی کو گھور رہی تھی۔ نہ وہ ذرہ برابر جھجھکی اور نہ اُس کے چہرے پر کسی قسم کے تغیر کے آثار پیدا ہوئے۔

دفعتاً اُس کے منہ سے ایک باریک مگر تیز آواز نکلی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی ریلوے انجن نے سیٹی دی ہو.... پھر وہ فریدی پر ٹوٹ پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا کلاوتی کے نوکیلے ناخن اُس کے چہرے کے گوشت میں پیوست ہو گئے۔

اُس نے اُسے دھکا دیا اور وہ فرش پر گر پڑی۔ لیکن پھر اٹھی۔ اس بار فریدی نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور اُسے دوبارہ دھکا دے کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کمرے سے نکلا اور دروازہ بند کر لیا۔ اندر کلاوتی ریلوے کے انجن کی طرح سیٹیاں بجاتی اور "چھک چھک" کرتی رہی۔ فریدی چپ چاپ کھڑا رہا۔ انتہائی سردی کے باوجود بھی اُس کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے اُس کا ذہن برف کی سل کے مانند ہو گیا۔

"ٹو.... او.... او....!" کلاوتی اندر چیخ رہی تھی۔ "چھک.... چھک.... چھک.... ہری جھنڈی.... لال جھنڈی.... ہری جھنڈی.... لال جھنڈی۔"

فریدی تیزی سے زینوں کی طرف جھپٹا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔ یہاں بوڑھا چوکیدار افیون کی پینک میں رمیش کو داستان امیر حمزہ سنا رہا تھا۔

"وہاں توں.... جناب.... صاحب قراں کو فوج ظفر موج نے لقاں حرام زادیں کیں۔ لشکر پر چھاپاں ماراں.... بختیارک دونوں ہاتھوں سے چوں تڑپیٹ رہاں تھاں۔"

"رمیش....!" فریدی نے اُسے جھنجھوڑا۔ "کوتوالی فون کرو یہاں ایک لاش ہے۔"

"جی کیا....؟" رمیش چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"جلدی کرو۔ سول ہسپتال یہاں سے نزدیک ہے۔ فون کر دو۔"

"آنپ کیس چرس....!" بوڑھے نے منہ اوپر اٹھا کر کہا۔

فریدی اُس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر پھر اوپر چڑھ گیا۔

موت کی سی خاموشی.... کلاوتی بھی چپ ہو گئی تھی۔

معصوم شکاری

شلی ہوش میں آ گئی تھی لیکن پلکیں جھکائے بغیر چھت کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ حمید دوسرے کمرے میں تھا اور کنول ایک آرام کرسی پر نیم دراز توجہ اور دلچسپی سے شلی کو دیکھ رہی تھی۔ شلی کی پلکیں پھر جھکنے لگیں۔ ایک پل کے لئے اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر انہیں ہاتھوں سے ملنے لگی۔ چند لمحوں بعد وہ تحیر آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ کنول پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ساگر صاحب کہاں ہیں؟" اُس نے کنول سے پوچھا۔

"ساگر صاحب! اوہ وہ ابھی آ جائیں گے!" کنول پر خلوص انداز میں مسکرائی۔

"تم کون ہو؟"

"ایک دوست....!"

"ساگر صاحب تمہارے کون ہیں؟"

"وہ.... اوہ.... وہ میرے بھائی ہیں۔"

شلی تھوڑی دیر تک سر تھامے اور آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی پھر آہستہ سے بڑبڑائی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

کنول اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟" وہ اُس کی ٹھوڑی پکڑ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ساگر صاحب نے میرا گلا کیوں گھونٹا تھا۔ اب تو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ آخر یہ سب کیا

ہو رہا ہے؟"

"اچھا.... تو وہ عورت تمہیں ہو۔" یک بیک کنول کی بھنویں تن گئیں۔ "تم میرے بھائی کو برباد کر رہی ہو۔"

"میں؟" شلی نے حیرت سے کہا۔ "نہیں.... نہیں.... وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ میرا اُن کا کوئی برا رشتہ نہیں۔ وہ میری مدد کرنا چاہتے تھے۔"

"اور تم انہیں اپنا سگا بھائی سمجھتی ہو؟" کنول کے لہجے میں تلخی تھی۔

"نہیں میں یہ بھی نہیں کہتی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ کسی ایسے آدمی کو جس سے کوئی تعلق نہ ہو بھائی ہی سمجھا جائے۔"

"پھر وہ کیوں تمہارے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں؟" کنول بولی۔

"بہن ناراض نہ ہو۔ میں بہت بدنصیب عورت ہوں۔"

"ہر آوارہ عورت پکڑ لئے جانے کے بعد یہی کہتی ہے۔"

"تو تم مجھے جانتی ہو۔" شلی نے کہا۔

"اچھی طرح! اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے ہیں۔"

"نہیں.... نہیں.... یہ جھوٹ ہے.... غلط ہے.... میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اور تمہاری بدولت....!" کنول کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ غور سے شلی کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں نے ساگر صاحب کو بہت دفعہ سمجھایا ہے۔" شلی نے جلدی سے کہا۔ "کہ وہ کیوں میری بدولت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ پولیس سے چھپتی پھروں۔ میں اپنی بے گناہی ثابت کر دوں گی.... اور پھر یہ کوئی جرم تو تھا نہیں کہ میں رمیش کے ساتھ رہتی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں اس کی موت کی ذمہ دار قرار پاؤں۔"

"تو وہ تمہیں پولیس سے چھپا رہے ہیں....؟"

"ہاں.... اور میں اب اس زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

"مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں۔" کنول ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "تم نے میرے بھائی کو تباہ کر دیا۔"

دفعتاً شلی اُسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

"میں نے نہیں۔ انہوں نے مجھے تباہ کیا ہے۔" وہ چیخ پڑی۔ اس کے آگے بھی اُس نے کچھ کہنا چاہا لیکن شاید الفاظ نہیں ملے۔ البتہ وہ بھوکی شیرنی کی طرح کنول کو گھور رہی تھی۔

"مجھے معاف کرنا۔" اچانک وہ خود کو سنبھال کر دھیمے لہجے میں بولی۔ "وہ میرے لئے اب بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ لیکن مجھے سمجھاتے کیوں نہیں کہ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ اس طرح وہ خود کو بھی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ میرے اس طرح غائب ہو جانے پر پولیس کا شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا ہو گا۔ کیا اس طرح انہوں نے اپنی بھی پوزیشن خطرے میں نہیں ڈالی؟"

"ہوں....!" کنول کی ہنسی زہریلی تھی۔ "میں بھی عورت ہوں۔ عورتوں کو خوب سمجھتی ہوں اور پھر طوائف۔"

"خاموش رہو۔" شلی اتنے زور سے چیخی کہ اُس کی آواز پھنس گئی اور پھر وہ تیزی سے اٹھی۔ دروازے کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ کنول نے اُس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"تم اسطرح نہیں جا سکتیں۔" اُس نے کہا۔ "کیا سچ مچ میرے بھائی کو پھنسانے کا ارادہ ہے؟"

شلی رک گئی اور وہ اس طرح کنول کو دیکھ رہی تھی جیسے ابھی ابھی ہوش میں آئی ہو۔

"بیٹھ جاؤ۔" کنول نے اُس کا گال تھپکتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

شلی بے جان سی ہو کر آرام کرسی میں گر گئی۔

"مجھے پانی دو....!" اُس نے تھوڑی دیر بعد مردہ آواز میں کہا۔ کنول اٹھ کر پانی لائی.... اور اُسے بغور دیکھتی رہی۔ شلی کے چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کچھ نہیں کہے گی اور اب اُس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

کنول اُس کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ اُس کا شانہ تھپکنے لگی۔

"سنو! شلی....!" وہ اپنی آواز میں نرمی پیدا کر کے بولی۔ "ساگر بے وقوف ہے۔ اُس نے بہت بڑی حماقت کی۔ تمہیں اس طرح نہ چھپانا چاہئے تھا۔ کیا تم جانتی ہو کہ رمیش کا اسسٹنٹ بھی اُسی کا شکار ہو گیا۔"

"میں نہیں سمجھی۔" شلی اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"وہ رمیش کی ترتیب دی ہوئی دھنوں کی مشق کر رہا تھا کہ اچانک پیانو ایک دھماکے کے

ساتھ پھٹ گیا۔"

"اوہ....!"شلی کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اور اب اسی لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ معاملات کو زیادہ نہ الجھایا جائے۔ ورنہ ساگر اپنے ساتھ پورے خاندان پر تباہی لائے گا۔ تم خود سوچو.... میں نے اتنی سی دیر میں اندازہ لگالیا ہے کہ تم بہت سمجھ دار اور حساس ہو۔"

"تو بتاؤ میں کیا کروں؟"شلی سسکی لے کر بولی اور اُس کے طفلانہ خدوخال کی معصومیت کچھ اور بھی بڑھ گئی۔

"سب کچھ مجھے بتادو۔ ساگر بے عقل ہے۔ شروع ہی سے ٹیڑھے ترچھے راستے اختیار کرنے کا عادی رہا ہے۔ سیدھی سادی باتوں کو الجھائے بغیر اُسے چین ہی نہیں آتا.... اور پھر وہ ایسی ایسی حماقتیں کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"تم میرے متعلق کیا جانتی ہو؟"شلی نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوال کیا۔

"اتنا ہی جتنا اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور اس وقت ساگر تمہیں یہاں چھوڑ گیا ہے۔ تمہارا نام بتا کر کہہ گیا ہے کہ تمہیں چھپایا جائے۔"

"اخبارات میں میرے متعلق کیا شائع ہوا ہے؟"شلی نے پوچھا۔

"یہی کہ تم نے لوگوں کو اپنے متعلق دھوکے میں رکھا تھا۔ تم اپنے متعلق پروپیگنڈہ کرتی رہی تھیں کہ تم کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہو۔ لیکن محکمہ سراغ رسانی کی اطلاعات کے مطابق حقیقتاً ایک پیشہ ور طوائف تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔"شلی نے کہا۔"یہ سب کچھ ساگر صاحب کی ایماء پر ہوا تھا۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ سب کیوں اور کس طرح ہوا؟"

"میں سچ مچ ایک پیشہ ور طوائف تھی۔ میری ایک بہن بھی ہے جو اب بھی پیشہ کرتی ہے۔ ہمارے ساتھ کئی اور بھی تھیں۔ اتفاقاً ساگر صاحب ہمارے یہاں آنے لگے لیکن وہ کبھی اس طرح نہ آئے جیسے دوسرے لوگ آتے تھے۔ آتے اور خاموش بیٹھے رہتے اور پھر جاتے وقت پرس میں جو کچھ بھی ہوتا وہیں نکال کر ڈال جایا کرتے تھے۔"

شلی نے خاموش ہو کر گلاس سے دو تین گھونٹ لئے چند لمحے میز پر رکھے ہوئے گلدان پر

نظریں جمائے رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں اُن کی طرف کھینچنے لگی۔ میں اپنے پیشے سے بیزار تھی اور یہ خواہش تو بچپن ہی سے رکھتی تھی کہ دنیا کے سامنے ایک فنکار کی حیثیت سے آؤں۔ میرے ساتھ کی دوسری لڑکیاں ساگر صاحب کو احمق سمجھتی تھیں۔ لیکن میں اُن کی بڑی عزت کرتی تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ساگر صاحب دوسری لڑکیوں کی عدم موجودگی میں آئے اور ہم گھنٹوں ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے۔ ساگر صاحب کو میں نے اپنے شوق کے متعلق بتایا۔ انہوں نے فلمی زندگی شروع کرنے کی رائے دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ مجھے اپنی اصلیت چھپانی پڑے گی۔ کیونکہ آج کل پیشہ ور طوائفوں کی فلمی دنیا میں دال نہیں گلتی۔ انہوں نے کہا.... کہ فی الحال اس پیشے کو ترک کر کے فلمی سوسائٹی میں گھسنے کی کوشش کرو۔ لوگوں سے یہ بتاؤ کہ تم ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہو۔ فلم کے شوق میں چند بُرے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئیں اور انہوں نے تم سے کچھ دن پیشہ بھی کرایا۔ اس طرح تم کسی نہ کسی اچھے آدمی کی ہمدردیاں حاصل کرلو گی۔ اندازِ گفتگو کے معاملے میں ذرا رومانی بنتی رہنا۔"

شلی پھر خاموش ہوگئی۔ کنول توجہ اور دلچسپی سے سن رہی تھی۔ لیکن اُس کی خاموشی پر اُس نے اُسے ٹوکا نہیں شلی کچھ دیر بعد بولی۔

"اس طرح ساگر صاحب مجھے طوائف کے کوٹھے سے اُتار کر اپنے گھر لائے۔ مجھے اپنے ساتھ ہوٹلوں میں لے جاتے رہے۔ خصوصاً اُن ہوٹلوں میں جہاں فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے آیا کرتے تھے۔ ایک رات ایک رقص گاہ میں انہوں نے مجھے دور سے میوزک ڈائریکٹر رمیش کو دکھایا اور بولے کہ یہ ایک شریف آدمی ہے اور فلمی دنیا میں کافی وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے.... اگر یہ کسی طرح تم پر مہربان ہو جائے تو تم ترقی کے اعلیٰ مدارج آسانی سے طے کر سکو گی۔ ساگر صاحب نے مجھے انگریزی اور فرانسیسی طرز کے ناچ بھی سکھائے تھے۔ میں نے وہیں رقص گاہ میں رمیش کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش شروع کر دی اور آخر کار میدان میرے ہاتھ رہا۔ رمیش نے مجھ سے رقص کی درخواست کی اور پھر ہم کئی راؤنڈ ناچے۔ رمیش مجھ سے بُری طرح متاثر نظر آرہا تھا۔ دوسرے دن اُس نے مجھے اپنے گھر پر مدعو کیا اور میں نے اُسے اپنے وہی حالات بتائے جو ساگر صاحب نے سمجھائے تھے۔ رمیش اور زیادہ متاثر ہوا۔ کہنے لگا کہ تم مجھے

دھوکے میں بھی رکھ سکتی تھیں۔ اگر اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے متعلق مجھے نہ بتاتیں تو میں نہایت آسانی سے اندھیرے میں رہ سکتا تھا۔ تم سچ مچ شریف اور خاندانی معلوم ہوتی ہو اور اگر اب تم باعزت طور پر زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو میں ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ کچھ دنوں بعد میں نے اُسے اپنی اور اُس آدمی کی فرضی لڑائی کی داستان سنائی جس نے مجھے طوائفانہ زندگی سے نکالا تھا اور پھر رمیش ہی کے ساتھ رہنے لگی۔ رمیش کا ارادہ تھا کہ وہ اب خود بھی فلمیں پروڈیوس کرے گا اور اُس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اپنی پہلی فلم میں مجھے ہیروئن کا رول دے گا۔

دوسرے کمرے میں سرجنٹ حمید بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

شلی بولتی رہی۔ ''میں اس کے بعد بھی ساگر صاحب سے ملتی رہی تھی۔ ساگر صاحب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ رمیش تم سے مرعوب ہو جائے۔ وہ میوزک ڈائریکٹر ہے نا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اُسے موسیقی کا سبق دینے لگو۔ انہوں نے مجھے میوزک سکھانا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں رمیش کا مسعود سے کنٹریکٹ ہو گیا۔ رمیش اس فلم کی میوزک کو سال رواں کا بہترین کارنامہ بنانا چاہتا تھا لہٰذا وہ دن رات دھنوں اور گیتوں کی تشکیل میں مصروف رہنے لگا۔ انہیں دنوں ساگر صاحب نے مجھے رقص کی ایک انوکھی گت سکھائی۔ مقصد یہ تھا کہ میں رمیش پر اپنے کمالات کا رعب ڈالوں۔ ساگر صاحب کا اندازہ بالکل درست تھا۔ جب میں نے رمیش کے سامنے وہ گت بجائی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے کہا اگر یہ تمہیں پسند ہے تو اسے تم اپنے لئے استعمال کر سکتے ہو۔''

شلی پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ حمید کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ اس دوران میں کئی بار اُس کا دل چاہا تھا کہ شلی کے سامنے چلا جائے۔ لیکن .... پھر .... نہ جانے کیوں رک گیا تھا....

وہ سوچ رہا تھا کہ کنول کی اداکاری نے یہ مسئلہ منٹوں میں حل کر دیا۔ ورنہ کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑتے۔

''تو پھر رمیش نے وہ گت اپنالی تھی؟'' کنول نے پوچھا۔

''ہاں.... اور دوسروں نے بھی اسے بے حد پسند کیا۔'' شلی نے کہا۔

''جس دن پیانو میں دھماکہ ہوا میں اسٹوڈیو کے ریستوران میں ایک پولیس آفیسر کے ساتھ چائے پی رہی تھی۔''

''پولیس آفیسر کے ساتھ؟'' کنول نے حیرت سے کہا۔

"وہ ایک منچلا سا پولیس آفیسر ہے نا.... سرجنٹ حمید۔"

"وہ....!" کنول معنی خیز انداز میں سر ہلا کر بولی۔

"پھر اچانک کسی نے ریستوران میں آ کر بم پھٹنے کی خبر سنائی اور رمیش کا نام بھی لیا میں اٹھ کر بے تحاشہ اسٹوڈیو کی طرف بھاگی۔ راستے میں ساگر صاحب مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ اگر پولیس کو تمہارے صحیح حالات کا علم ہو گیا تو وہ تم پر شک کرے گی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور اس دن سے چھپاتے پھر رہے ہیں۔ میں بیڈن روڈ کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ہسٹیریا کی ایک مریض کی حیثیت سے قیام پذیر تھی۔ ساگر صاحب بھی میرے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اُس وقت اچانک کچھ پولیس والے وہاں کی تلاشی لینے کیلئے آ پہنچے اور ہمیں بھاگنا پڑا۔"

"تم کبھی سچ مچ ہسٹیریا کی مریض رہی ہو؟" کنول نے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔ لیکن اس دوران یہ ضرور محسوس کرتی رہی ہوں کہ مجھ پر کسی قسم کے دورے ضرور پڑیں گے۔ ویسے مجھے اُس ہسپتال میں کسی ہسٹیریا کے مریض کی ایکٹنگ ضرور کرنی پڑتی تھی۔"

"ساگر اس بات سے بھی واقف تھا کہ تم کسی پولیس آفیسر کی بھی دوست ہو؟" کنول نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اُن سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ کسی خاص مقصد کے تحت نہیں۔ بلکہ میں نے اُس کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔"

کنول تھوڑی دیر خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "ٹھہرو۔ میں تمہیں ایک آدمی سے ملاتی ہوں وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

اُس نے حمید کو آواز دی اور جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا شالی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کبھی وہ کنول کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی حمید کی طرف۔

"دھوکا....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

"بہت بڑا دھوکا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اتنا بڑا کہ تم اب بھی ساگر کو اپنا ہمدرد سمجھ رہی ہو۔"

شالی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ چند لمحے اُسی طرح بیٹھی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"تو وہ تم تھے.... اور یہ ساگر کی بہن۔"

"ساگر....!" حمید نے کہا۔ "نہیں یہ ساگر کی بہن نہیں ہے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا

تو تم سچی بات کبھی نہ بتاتیں اور تم شاید یہ بھی جانتی ہو کہ رمیش اور اُس کا اسسٹنٹ ہماری ہی وجہ سے مرے۔"

"میری وجہ سے؟" شلی خوف زدہ آواز میں بولی۔ اُس کے پیر کانپ رہے تھے اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

حمید نے فاؤنٹین پن جیب سے نکالا اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر چار متوازی لکیریں کھینچیں اور اُن پر موسیقی کے مخصوص نشانات بنانے لگا۔ پھر وہ کاغذ شلی کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا یہی وہ گت تھی جو ساگر نے تمہیں سکھائی تھی؟" اُس نے پوچھا۔

"یہ.... میں یہ سب نہیں جانتی۔" شلی اُس پر نظریں جمائے ہوئے بولی۔ "ان لکیروں کو کوئی ماہر ہی سمجھ سکے گا۔ میں تو بس یونہی الٹے سیدھے دو ایک ساز بجا لیتی ہوں۔"

حمید نے ہونٹ سکوڑے اور سیٹیوں میں وہی گت دہرادی۔ اُسے وہ گت اچھی طرح یاد ہو گئی تھی کیونکہ فریدی اس دوران میں اُسے کئی بار وائیلن پر بجا چکا تھا۔

"یہی تھی....!" شلی نے کہا۔

"تب تو وہ مارا....!" حمید اچھل کر بولا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" شلی آہستہ سے بڑبڑائی۔ "میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔"

اُس کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار تھے۔

"ایک بہت بڑی سازش۔" حمید نے کہا۔ "اور تم اس میں ایک بے جان مہرے کی طرح کام میں لائی جاتی رہی ہو۔ اسی گت کو بجانے کے دوران میں رمیش مرا تھا اور یہی تھی وہ گت جس نے اُس کے اسسٹنٹ کی جان لی۔"

"میں کچھ نہیں سمجھی۔" شلی بے بسی سے بولی۔

"تمہاری سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔" حمید نے کہا۔ "بہتری اسی میں ہے کہ اب تم ساگر کے ہاتھ لگنے کی کوشش نہ کرنا۔" پھر اُس نے سب کچھ شلی کو سمجھا دیا۔

شلی کے چہرے پر ذہنی کشمکش کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے حمید کی باتوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"میں تمہیں یہاں اس لئے لایا ہوں کہ تم پولیس اور ساگر دونوں کی نظروں سے محفوظ

رہو۔" حمید پھر بولا۔

"پھر! یہ ایک اور الجھن.... تم مجھے دونوں سے کیوں بچانا چاہتے ہو؟" شلی نے کہا۔

"کیا بتاؤں!" حمید مسکرا کر بولا۔ "بس یہ سمجھ لو کہ سول پولیس کے رنگروٹ ڈھولک بجانے کے ماہرین میں سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اگر تم ایک دن کے لئے بھی حوالات....!"

"کیا بکنے لگے۔" کنول جھنجھلا کر بولی اور اُس کی انگلیاں حمید کی گردن میں پیوست ہو گئیں۔

"معاف کرنا۔" حمید اپنی گردن چھڑا کر بولا۔ "میں یہ بھول گیا تھا کہ تم بھی عورت ہو۔"

"حمید صاحب۔ میں کیا کروں۔" شلی تھوک نگل کر بولی۔

"چپ چاپ یہیں چھپی رہو اور مجھے ساگر کی قیام گاہ کا پتہ بتاؤ۔ حالانکہ وہ اب وہاں نہ مل سکے گا۔ مگر پھر بھی مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

خودکشی کیوں؟

آٹھ بجے صبح سرجنٹ حمید گھر پہنچا۔ لائبریری کے قریب سے گذرتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ فریدی اندر ٹہل رہا ہے۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ فریدی نے اُسے آواز دی۔ حمید ایک لمحے کے لئے رکا۔ اپنی گردن اکڑائی اور سینہ تان کر انگلش لارڈوں کی طرح ہندوستانی پہاڑی کووں کی چال چلتا ہوا لائبریری میں داخل ہو گیا۔

فریدی آبی فلالین کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ پہنے لائبریری میں ٹہل رہا تھا۔ بال پریشان اور آنکھیں سرخ تھیں۔ میز پر رکھا ہوا ایش ٹرے سگار کے ٹکڑوں سے بھر گیا تھا۔

"کہاں تھے؟" فریدی نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔ جس میں پیار کی بھی جھلک تھی۔

حمید کسی آئس کریم کے ڈھیر کی طرح پگھل گیا۔ لیکن دفعتاً اُس کی نظریں لکڑی کی اُن تختیوں پر پڑیں جن پر اُس نے پچھلی رات کو دستِ شفقت پھیرا تھا۔

"شہر ہی میں تھا۔" حمید نے لاپرواہی سے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"درجن کی خودکشی کے متعلق معلوم ہوا یا نہیں؟"

"درجن کی خودکشی؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں اُس نے خودکشی کرلی.... اور ساتھ ہی اپنے سارے جرائم کا اعتراف بھی کرلیا ہے.... یہ دیکھو....!"

فریدی نے میز پر رکھا ہوا کاغذ حمید کی طرف بڑھادیا جس پر تحریر تھا۔

"میں درجن خاں آرتھر سنگھ۔ بہوش و حواس اس بات کا اعتراف کر رہا ہوں کہ رمیش اور اُس کے اسسٹنٹ کی موت کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ لیکن اب مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ اُن کی موت سے مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ نہ تو فلم کی شوٹنگ ہی رکی اور نہ میں کلاوتی ہی کو حاصل کر سکا.... اوہ.... میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آدمی کو کسی دوسرے کے گوشت پوست یا خدوخال سے محبت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ذہنی یا روحانی رشتہ ہے۔ کلاوتی پاگل ہوگئی ہے۔ یعنی اب میری اور اُس کی ذہنی ہم آہنگی ناممکن ہے۔ اس لئے میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ اسی کے لئے کیا تھا۔ رمیش کو اسی لئے ختم کیا تھا کہ کلاوتی آزاد ہو جائے۔ کلاوتی جو رمیش سے محبت کرتی تھی لیکن وہ کلاوتی.... رمیش کی موت کے بعد پاگل ہوگئی۔ فلم کی شوٹنگ رکوانے میں بھی انتقامی جذبہ کام کر رہا تھا۔ اس فلم کی کہانی میری اپنی تھی جو میرے دوستوں کے ذریعہ ڈائریکٹر مسعود تک پہنچی اور اُس نے اسے اپنا لیا۔ میں جانتا ہوں کہ کہانی بہت مقبول ہوگی۔ لہٰذا میں یہ برداشت نہ کر سکا کہ وہ کسی اور کے نام سے منسوب کی جائے۔ میں نے پہلے ہی سے تہیہ کرلیا تھا کہ اس فلم کی شوٹنگ نہ ہونے دوں گا۔ یہ بات بھی مجھے پہلے ہی سے معلوم تھی کہ اس بار مسعود اپنی فلم کی میوزک رمیش سے دلوائے گا۔ میں نے سوچا کہ بس اب کیا ہے ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔ پھر میں نے ایک پروگرام بنایا.... ایک مکمل ترین اسکیم۔ اپنے ایک گرگے کے ذریعہ بملا نامی طوائف کو فلمی دنیا میں بلوایا۔ اُس کی ملاقات رمیش سے کروائی۔ آخر وہ بطور داشتہ رمیش کے ساتھ رہنے لگی۔ لوگ اُسے شلی کے نام سے جانتے تھے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ زیادہ تفصیل میں جاؤں۔ شلی بیڈن روڈ کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ہے۔ ڈاکٹر جیر اللہ کا ہسپتال۔ وہ بے چاری بالکل بے قصور ہے۔ اُسے اس سازش کا علم نہیں۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اُسے جو گت سکھائی گئی وہی رمیش کی موت کا پیغام تھی۔ اُس نے وہ گت رمیش کو سکھائی اور اُدھر میں نے اسٹوڈیو کے پیانو میں کاروائی کردی۔ اُسی گت کے سروں سے ایک بم کا سیفٹی کیچ اٹیچ کردیا۔ کلاوتی کا اغواء محض اس لئے کرنا پڑا کہ وہ اُس موقع پر موجود تھی۔ جب شلی نے رمیش کو وہ

گت بتائی تھی۔ لہٰذا جس دن دوسرا حادثہ ہوا.... میں نے کلاوتی کو غائب کرا دیا لیکن افسوس ہے کہ کلاوتی ذہنی طور پر مجھ سے دور ہو گئی۔ اور اب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں نے اُس پر ظلم کیا تھا۔ ایک نہیں ایسے سینکڑوں جرائم میری ذات سے وابستہ ہیں اور اب میں زندگی میں اپنے لئے کوئی کشش نہیں محسوس کرتا۔ اس لئے خود کشی کر رہا ہوں اور پھر میں اتنا گیا گذرا بھی نہیں کہ کسی دوسرے کو اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنے کی اجازت دے دوں۔ شلی میرے ایک ساتھی ساگر کے ہمراہ ڈاکٹر جیر اللہ کے ہسپتال میں مقیم ہے۔ ساگر کو اُس سے محبت ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ اُسے کہیں دور نکال لے جانا چاہتا ہے۔ ساگر کا بھی صرف اتنا ہی قصور ہے کہ وہ شلی کو بہکا کر لایا تھا اور اُس نے میرے ہی ایماء پر اُسے وہ گت سکھائی تھی۔ ویسے اُن دونوں موتوں کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔"

حمید نے خط ختم کر کے ایک طویل سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا جو نیا سگار سلگانے جا رہا تھا۔ ایک ہلکا سا کش لے کر اُس نے حمید کو تیکھی نظروں سے دیکھا پھر مسکرانے لگا۔

"اور تم....!" اُس نے کہا۔ "اس قابل ہو کہ سمجھ دار آدمیوں کی عبرت کے لئے کسی چڑیا گھر کے کٹہرے میں بند کر دیئے جاؤ۔"

حمید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کا ذہن شلی کی بیان کی ہوئی داستان میں الجھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس داستان میں ایک جگہ درجن کا نام نہیں آیا تھا اور خود درجن بھی اس کا اعتراف کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ شلی سچ مچ اس سازش سے بے خبر تھی لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اُس وقت کلاوتی بھی موجود تھی جب اُس نے رمیش کو وہ گت سکھائی تھی۔

"اس قسم کی حرکتیں کرنے سے پہلے۔" فریدی لکڑی کی تختیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "ہاتھوں میں دستانے ضرور پہننا چاہئے۔ ورنہ انگلیوں کے نشانات جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔"

حمید کا دل دھڑکنے لگا۔ لیکن فریدی پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔ دفعتاً اُس نے سر اٹھا کر کہا۔ "پہلے تم نے درجن کے ایک ساتھی پر پتھر چلایا تھا اور اب یہ دوسری حماقت کی اگر یہ حرکت کسی بچے سے بھی سرزد ہوتی تو میں اسے زندگی بھر نہ معاف کرتا۔"

"میں نے غلطی نہیں کی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "میں جانتا تھا کہ آپ رمیش کو ساتھ لے جا رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حماقت ضرور کریں گے.... لہٰذا.... میں....!"

نوکر کمرے میں ایک وزیٹنگ کارڈ لے کر داخل ہوا اور حمید جملہ نہ پورا کر سکا۔ فریدی وزیٹنگ کارڈ پڑھ کر ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔ اُس کے پیچھے حمید بھی پہنچا۔ یہاں ڈی۔ایس۔پی سٹی دو انسپکٹروں کے ساتھ فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔

''آپ خواہ مخواہ اس معاملے کو الجھا رہے ہیں!'' ڈی ایس پی نے کہا۔

''خواہ مخواہ الجھا رہا ہوں۔'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اور کیا.... ایک سیدھی سی بات بھی آپ کے ذہن میں پیچیدگی اختیار کر لیتی ہے۔''

''تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے خود کشی ہی سمجھوں؟'' فریدی مسکرا کر بولا۔

اب تو حمید کو بھی چونکنا پڑا۔

''انسپکٹر صاحب ضروری نہیں کہ آپ کے ہاتھ میں آیا ہوا ہر کیس پیچیدہ ہو۔'' ڈی ایس پی نے کہا۔

''میں کسی غیر پیچیدہ کیس میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔'' فریدی لاپروائی سے بولا۔

''اچھا تو پھر یہی بتایئے نا کہ یہ خود کشی نہیں ہے؟'' ڈی ایس پی کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

''سنئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ لاش کے جیب سے برآمد ہونے والی تحریر سرخ روشنائی میں ہے لیکن اُس گھر میں نہ کوئی ایسی دوات ملی جس میں سرخ روشنی ہو اور نہ کوئی ایسا فاؤنٹین پن۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔'' ڈی ایس پی ہنس کر بولا۔ ''ممکن ہے اُس نے وہ خط گھر کے باہر ہی کہیں لکھا ہو۔''

''ٹھیک ہے... اچھا خیر... ہمیں ایک بار پھر وہیں چلنا پڑے گا۔ یہاں آپ نہ سمجھ سکیں گے۔''

فریدی کھڑا ہو گیا اور حمید سے بولا۔ ''گیراج سے گاڑی نکالو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سب درجن کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

اُس عمارت کے گرد پولیس کا پہرہ تھا اور حادثے والے کمرے کی کوئی چیز اِدھر اُدھر نہیں کی گئی تھی۔ صرف لاش ہٹائی گئی تھی اور پاگل کلاوتی کو ہسپتال روانہ کر دیا گیا تھا۔

فریدی وغیرہ حادثے والے کمرے میں کھڑے تھے۔

''ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔'' فریدی بولا۔ ''یہ خط یہیں اسی عمارت میں لکھا گیا تھا۔ ذرا یہ دیکھئے۔''

فریدی نے فرش پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے ایک دھبے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ بات واضح ہو چکی۔" اُس نے پھر کہنا شروع کیا۔ "کہ اس گھر میں نہ سرخ روشنائی ہے اور نہ کوئی ایسا فاؤنٹین پن جس میں سرخ روشنائی ہو۔ پھر یہ دھبہ کہاں سے آیا جو پرانا بھی نہیں معلوم ہوتا۔ غالباً اس پر ابھی تک کسی کا پیر بھی نہیں پڑا اور اس دھبے کی بناوٹ بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ ننھی ننھی چھینٹوں سے بنی ہوئی یہ لمبی سی لکیر کسی فاؤنٹین پن ہی کی روشنائی چھڑکنے کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔"

"چلئے مان لیا اسے۔" ڈی ایس پی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب اس تحریر کو دیکھئے۔" فریدی نے جیب سے درجن کا خط نکالتے ہوئے کہا۔ "آپ ان دھبوں کے متعلق کیا کہتے ہیں۔"

"اوہو! کیا یہ کوئی بڑا مشکل سوال ہے؟"

"آسان ہی سہی! لیکن میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"ظاہر ہے کہ یہ کاغذ تحریر کے خشک ہونے سے پہلے ہی تہہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ دھبے پڑ گئے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن ذرا غور سے دیکھئے۔" فریدی نے کہا۔ "پوری تحریر خشک ہو گئی تھی لیکن اوپری لائن کے یہی دو تین الفاظ خشک ہونے سے رہ گئے تھے اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ پوری تحریر کے بعد کے الفاظ تو خشک ہو جائیں اور شروع کے الفاظ گیلے ہی رہیں۔"

"اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔" ڈی ایس پی بولا۔

"لیکن اُسی صورت میں جب روشنائی زیادہ ہو جائے لیکن یہاں اس کے آثار بھی نہیں ہیں۔ صریحاً ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پہلی لائن کے شروع کے یہ الفاظ "میں درجن خان آرتھر سنگھ" بعد میں لکھے گئے ہیں اور جلدی میں روشنائی خشک ہونے سے قبل ہی کاغذ تہہ کر دیا گیا ہو اور پھر "بہوش و حواس" سے پہلے کا ایک لفظ کاٹا گیا ہے۔ اس پر لگائے ہوئے نشان کی روشنائی بھی گیلی ہی تھی کیونکہ اس کا دھبہ بھی یہ رہا۔"

"پھر....؟" ڈی ایس پی کی آنکھوں سے الجھن جھانک رہی تھی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے یہ تحریر "میں بہوش و حواس" ہی سے شروع کی گئی تھی لیکن بعد

کو "میں" کاٹ دیا گیا اور اس سے پہلے چھوٹی ہوئی جگہ پر "میں درجن خان آرتھر سنگھ" کا اضافہ کیا گیا۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شروع کے الفاظ جو بعد کو لکھے گئے درجن نے نہیں لکھے تھے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ کیا فرق ہے ان میں؟" ڈی۔ایس۔پی جھنجھلا کر بولا۔

"شاید آپ کو طرزِ تحریر کے ماہرین کی رپورٹ پر یقین آجائے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ ڈی۔ایس۔پی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب کچھ نہیں پوچھے گا۔ البتہ اُس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے۔

"آپ اس نتیجے پر کس طرح پہنچے؟" حمید نے پوچھا۔ "سرسری طور پر کیا غور سے بھی دیکھنے پر مجھے اس تحریر میں انداز کا فرق نہیں نظر آیا۔"

"پہلے میں نے بھی فرق نہیں محسوس کیا تھا اور کوتوال صاحب کا یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے اُس نے پہلے چند الفاظ بعد ہی میں لکھے ہوں۔ مگر یہاں ایک نشان اور بھی ہے.... یہ رہا ہلکا سا سرخ نشان جو باریک باریک متعدد لکیروں سے بنا ہے۔ یہ اُس آدمی کے انگلی کا نشان ہے جس نے اس کاغذ کو تہہ کیا تھا۔ اُس کی انگلی میں سرخ روشنائی لگی ہوئی تھی اور وہ غالباً اُسی وقت لگی تھی جب اُس نے فاؤنٹین پن کو جھٹکا دے کر روشنائی چھڑکی تھی۔ لیکن درجن کی انگلیاں صاف تھیں اُن پر ذرہ برابر بھی سرخی نہیں ملی۔"

"تو اس کا یہ مطلب کہ پوری تحریر درجن کی نہیں ہے؟" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"نہیں۔ قطعی اُسی کی ہے۔ مجھے تو صرف چند الفاظ پر شبہہ ہے۔ میں اس کی دوسری بعض تحریروں سے بھی اُس کا مقابلہ کر چکا ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اس طرح قلم پکڑتے ہیں کہ اُنگی بیچ کی انگلیوں میں ناخنوں کے قریب تھوڑی سی روشنائی ضرور لگ جاتی ہے اور کچھ لوگوں کے ہاتھ بالکل بے داغ رہتے ہیں۔ درجن دوسری ہی قسم کے لوگوں میں سے تھا۔"

"چلیئے۔ میں نے سب کچھ تسلیم کر لیا۔" ڈی۔ایس۔پی اکتا کر بولا۔ "آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ خودکشی نہیں بلکہ قتل ہے۔" فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ تحریر کسی نامعلوم آدمی نے درجن سے لکھوائی تھی اور اُسے یہاں سے شروع کرایا تھا۔ "میں بہوش و حواس اس بات کا اعتراف کرتا ہوں اور پھر اُس نے درجن کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے قلم سے چھوٹی ہوئی جگہ میں درجن خان آرتھر سنگھ کا اضافہ کر دیا۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ کسی مردہ آدمی کی گردن رسی کے پھندے میں ڈال دی جائے۔"

"ہو تو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ یہی ہوا ہو۔ ابھی تک آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ محض قیاس ہے۔ ایسا قیاس جس پر حقیقت کا گمان ہو سکے۔ مگر گمان اور حقیقت میں فرق ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ موت رسی کے پھندے سے نہیں واقع ہوئی تو اُسی صورت میں اسے قتل سمجھا جا سکتا ہے۔"

فریدی ڈی۔ ایس۔ پی کی بات پر چند لمحے مسکراتا رہا پھر بولا۔

"کوتوال صاحب۔ واقعی آپ کا اعتراف کافی وزن دار ہے۔ ظاہر ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں یہی ہوگا کہ درجن کی موت دم گھٹنے کی وجہ سے واقع ہوئی اور دم دونوں ہی صورتوں میں گھٹ جاتا ہے۔ چاہے ہاتھ سے گردن دبائی جائے چاہے رسی کا پھندا موت کا باعث ہو۔ لیکن کوتوال صاحب مجھے افسوس ہے کہ آپ پچھلی رات کو یہاں موجود نہیں تھے اور نہ آپ نے وہ رپورٹ ہی اچھی طرح پڑھی ہے جو میں نے آپ کو ہیڈ محرر کو ڈکٹیٹ کرائی تھی؟"

"کیوں؟ کیا مطلب؟" ڈی۔ ایس۔ پی اُسے گھور کر بولا۔

"جلدی میں مجرم ایک بڑی فاش غلطی کر بیٹھا تھا۔ اگر وہ اپنا فاؤنٹین پن بھی یہاں ڈال جاتا اور ایک دوسری غلطی نہ کرتا تو میرے فرشتے بھی اس نتیجے پر نہ پہنچ سکتے۔"

"کون سی غلطی؟" ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔

"دیکھئے بتاتا ہوں۔" فریدی نے چھت سے لٹکتی ہوئی رسی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہاں نیچے ایک کرسی پڑی تھی اور لاش رسی میں جھول رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ درجن نے اُسی کرسی پر کھڑے ہو کر رسی کا پھندا گلے میں ڈالا ہوگا اور پھر کرسی کو لات مار کر ہٹا دیا ہوگا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"ہاں ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے بے چینی سے کہا۔

"اچھا.... اچھا۔ اگر یہ بات تھی تو مرنے والے کے پیر کرسی کی سطح سے نیچے ہونے چاہئے تھے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کہہ بھی چکیئے۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا اور فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

"لیکن کوتوال صاحب! جب میں نے لاش کے نیچے کرسی سیدھی کی تو درجن کے پیر کرسی کی سطح سے تقریباً نو انچ اونچے تھے۔"

"کیا؟" ڈی۔ایس۔پی چونک پڑا۔ "آپ کو یقین ہے؟"

"اپنے ہیڈ محرر سے پوچھ لیجئے گا۔ میں نے اُس کی توجہ اس چیز کی طرف مبذول کرائی تھی لیکن شاید وہ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔"

"اگر یہ بات تھی تب تو.... آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔" ڈی۔ایس۔پی مضطربانہ انداز میں بولا۔

"جی ہاں۔ مجرم جلدی میں تھا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "اُس نے درجن کا گلا گھونٹا اور رسی سے لٹکا دیا۔ پھر فاصلے کا خیال رکھے بغیر ایک کرسی اُسی کے نیچے الٹ دی۔"

ڈی۔ایس۔پی کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بولا۔

"اور کلاوتی کا پاگل پن۔"

"اُس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر اُس کے پاگل پن کی وجہ رمیش کی موت تھی تو وہ اغواء سے پہلے ہی پاگل کیوں نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ خود اُسی حادثے کے نتیجے میں تھوڑی بہت زخمی ہو گئی تھی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" ڈی۔ایس۔پی سر ہلا کر بولا۔

"اور بے چارا درجن.... وہ اس بساط پر ایک معمولی مہرے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا.... پتہ نہیں اُس لڑکی شلی کا کیا انجام ہوا؟"

"وہ میرے جیب میں رکھی ہوئی ہے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا؟" فریدی چونک کر اُس کی طرف مڑا۔

"کچھ نہیں۔" حمید نے بڑی معصومیت سے سر ہلا دیا۔

اجنبی دوست

واپسی پر فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ حمید بھی خاموش تھا اور سوچ رہا تھا کہ فریدی کو شلی کے متعلق کس طرح بتائے۔

"تو کیا کلاوتی بنی ہوئی پاگل ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"تم مت بولو مجھ سے۔ تمہاری بدولت کیس برباد ہو گیا۔"

"ضروری نہیں کہ آپ کی سوچی ہوئی ہر بات درست ہی ہو۔" حمید نے کہا۔ "آپ کہتے ہیں کہ میری وجہ سے کیس بگڑ گیا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کو درجن کی خودکشی کو قتل ثابت کرنے کے لئے جو آسانیاں بہم پہنچی ہیں اُن کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔"

"یعنی تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ ساگر ہی کی حرکت ہے؟"

"سو فیصدی جناب والا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہسپتال سے بھاگ کر وہ سیدھا درجن کے یہاں آیا اور جلدی میں اُس سے ایسی حماقتیں سرزد ہوئیں کہ قتل خودکشی نہ بن سکا۔ اگر اس نے کرسی سے لاش کے فاصلے کا تناسب ذہن میں رکھا ہوتا تو اپنا فاؤنٹین پن بھی وہیں چھوڑ گیا ہوتا تو کیا آپ اس نتیجے پر پہنچ سکتے تھے؟"

"قیامت تک نہیں۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "خط کے طرزِ تحریر کے مبہم سے فرق کی طرف دھیان بھی نہ دیتا۔"

"بہر حال کہنے کا یہ مطلب کہ.... " حمید بولا۔ "اگر اُس نے یہ کام اطمینان سے سرانجام دیا ہوتا تو پولیس رو پیٹ کر بیٹھ گئی ہوتی اور مجھے کہنے دیجئے کہ اُسے یہ بے اطمینانی میری ہی بدولت نصیب ہوئی۔"

"کیوں.... تمہاری وجہ سے کیوں؟"

"میری ہی وجہ سے جناب۔" حمید اکڑ کر اپنا سینہ پیٹتا ہوا بولا۔

"اب تو کچھ کہے گا بھی.... یا یونہی....!"

”شلی میرے جیب میں رکھی ہوئی ہے۔“

”یعنی....؟“

”میں نے شلی کو پچھلی رات پکڑ لیا تھا۔“

”کیا....؟ کیوں بکتے ہو۔“

”خدا کی قسم....!“

”کہاں ہے وہ؟“

”کنول کے کوارٹر میں۔“

”کنول کون....؟“

”اوہو....اتنی جلدی بھول گئے۔ وہی مسٹر کیو والی۔“

”اوہ! لیکن تم نے رات ہی مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟“

”اگر آپ سیدھے نہ ہو جاتے تو اس وقت بھی نہ بتاتا۔“ حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”تو یہ بات ہے۔“ فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”شلی کے پکڑے جانے کی بناء پر ساگر نے بوکھلا کر یہ حرکت کر ڈالی۔ بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ ساگر معمولی ذہانت کا آدمی نہیں۔ وہ شروع ہی سے اس بات پر زور دیتا چلا آرہا ہے کہ اُس نے یہ جرائم محض فلم کی شوٹنگ رکوانے کے لئے کیے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں معلوم ہوتی۔ درجن کے خط میں اُس نے درجن اور کلاوتی کے عشق کا قصہ چھیڑا ہے۔ یہ بھی بے سر و پا معلوم ہوتا ہے۔ کلاوتی پاگل ضرور ہو گئی ہے لیکن اس کی وجہ صدمہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُسے کسی تدبیر سے پاگل بنایا گیا ہے۔“

”میں نے شلی سے ساگر کی مستقل قیام گاہ کا پتہ لے لیا ہے۔ کیوں نہ وہاں بھی دیکھ لیں۔“ حمید نے کہا۔

”فضول ہے۔ اُس کا وہاں پایا جانا قطعی غیر فطری ہو گا۔ کیونکہ اُس نے درجن سے اس بات کا اعتراف کرا دیا ہے کہ وہ خود بھی اس سازش میں شریک تھا۔ لیکن قتل کا الزام اپنے سر نہیں لیا۔ بہر حال وہ اسی جرم کو چھپانے کے لئے پولیس کی نظروں سے چھپنے کی کوشش ضرور کرے گا۔“

”ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ درجن نے اُس سے لکھوایا کس طرح ہو گا۔“ حمید نے کہا۔

”یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ درجن بھی اس سازش میں شریک تھا اور تم یہ بھی

جانتے ہو کہ وہ ہر وقت نشے میں رہتا تھا۔ ساگر نے اُس سے کہا ہوگا کہ اب پولیس اُن کے پیچھے پڑنے والی ہے۔ لہٰذا کیوں نہ اُسے غلط راستے پر لگایا جائے۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔ حمید بھی تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بے چینی سے بولا۔ "ہاں تو پھر....؟"

"فی الحال اس مسئلے کو الگ ہی رکھو۔" فریدی بولا۔ "ہاں.... شلی نے کیا بتایا تھا؟"

حمید نے مختصراً شلی کا بیان دہرا دیا۔ فریدی کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"بہتر یہی ہے کہ اُسے چپ چاپ وہاں سے نکال کر حوالات میں پہنچا دیا جائے اور اس معاملے کو شہرت نہ دی جائے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کنول کے گھر پر پہنچے۔ کنول نے چھٹی لے رکھی تھی۔ شلی اور وہ دونوں بے خبر سو رہی تھیں۔ اُن کے ندا سے چہرے دیکھ کر حمید کو بھی خیال آیا کہ وہ بھی پچھلی رات کو نہیں سویا تھا اور پھر اُس کی پلکیں بھی نیند کے دباؤ سے جھکنے لگیں۔

شلی متحیرانہ انداز میں فریدی کو دیکھ رہی تھی۔

اور پھر جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ حوالات کے لئے لے جائی جا رہی ہے تو وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح رونے اور سسکنے لگی۔

"کیوں نہ اُسے یہیں رہنے دیا جائے۔" حمید نے فریدی کو الگ لے جا کر کہا۔

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ کیس بہت پیچیدہ ہو گیا ہے اور اب میں کوئی رسک لینے کیلئے تیار نہیں۔"

"اس کی معصومیت..... دیکھئے کس طرح رو رہی ہے۔"

"میں شاعر نہیں ہوں حمید صاحب۔"

"آخر حرج ہی کیا ہے؟"

"بہت بڑا حرج۔ اسے میں سمجھ سکتا ہوں۔"

سرجنٹ حمید راستے بھر شلی کو تسلیاں دیتا رہا۔ "تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا اور تمہیں سرکاری گواہ بنا کر چھوڑ دیا جائے گا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے شلی سے پوچھا۔

"تم نے رمیش والے حادثے کے دن مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں ساگر سے نفرت تھی۔ محض

اس لئے کہ اُس نے تم سے اپنے احسانات کا معاوضہ طلب نہیں کیا تھا۔"

شلی نے جواب نہیں دیا۔ اُس نے صرف ایک بار اُس کی طرف دیکھا اور نظریں جھکالیں۔ پھر حمید کے استفسار پر بولی۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہا تھا۔"

"لیکن تم نے اس کا تذکرہ ہی کیوں کیا تھا۔" حمید نے کہا۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ کیونکہ یہ ایک قطعی غیر ضروری سوال تھا اور اس کا ذمہ دار اُس کا نیند سے دبتا ہوا ذہن تھا۔

"حمید صاحب۔" شلی بولی۔ "اس زمانے کی باتیں چھوڑیئے۔ مجھ پر ہیروئن بننے کا بھوت سوار تھا اور میں ہر ایک سے رومانی اور ڈرامائی انداز میں گفتگو کیا کرتی تھی۔ وہ بھی ایک بکواس تھی.... لیکن....!"

"لیکن.... کیا....؟"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ.... ساگر صاحب کی سازش سے یہ سب کچھ ہوا ہو.... وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔"

فریدی اگلی سیٹ پر تھا۔ شلی کے اس جملے پر مسکرانے لگا۔

"درجن اور ساگر کے تعلقات کیسے تھے؟" اُس نے شلی کو مخاطب کیا۔

"وہ شاید درجن کو جانتے بھی نہ ہوں۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ درجن نے خودکشی کرلی؟"

"میں نہیں جانتی.... کب؟" شلی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کبھی اُس سے بھی تمہارے تعلقات رہے ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔"

"کچھ پڑھی لکھی ہو.... اردو آتی ہے تمہیں؟"

"جی ہاں....!"

فریدی نے جیب سے درجن کا خط نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "درجن کی جیب سے یہ خط برآمد ہوا ہے۔"

شلی خط پڑھنے لگی۔ حمید اُس کے چہرے کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ شلی کی آنکھیں آہستہ

آہستہ پھیلتی رہیں اور خط ختم کرتے ہی اُس کا سر پیچھے کی طرف ڈھلک گیا۔

"شلی....!" حمید نے اُس کے ہاتھ سے خط لے کر اُس کا شانہ ہلایا۔

"جی" اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ چہرے کی نقاہت اور بڑھ گئی تھی وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بڑبڑانے لگی۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے.... کیوں ہو رہا ہے.... ساگر صاحب۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ کلاوتی اُس وقت موجود تھی جب تم نے رمیش کو وہ گت سکھائی تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ موجود تھی۔"

"کیا ساگر دن رات تمہارے ساتھ رہتا تھا؟"

"جی نہیں۔ صرف رات بسر کرتے تھے۔"

"کیا کام کرتے تھے؟"

"یہ کبھی نہیں بتایا۔"

شلی کو حوالات میں دے کر وہ پھر چل پڑے۔ حمید کچھ دل گرفتہ سا ہو گیا تھا۔ شلی اس وقت بھی رونے لگی تھی جب اُسے لوہے کی سلاخوں دار دروازوں کے پیچھے لے جایا جا رہا تھا۔

"مجھے بھی افسوس ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن یہ ضروری ہے لڑکی سازش سے باخبر نہیں معلوم ہوتی۔"

فریدی خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا اور سرجنٹ حمید کھڑکی سے سر ٹیکے ہوئے سو جانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ نیند سے بوجھل ذہن پر خوشی اور رنج کے ردعمل کا خیال ہی فضول ہے۔

"ایک بات ابھی تک سمجھ میں نہ آئی۔" دفعتاً فریدی بولا اور حمید چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اپنی نیند سے بوجھل آنکھوں کو زبردستی پھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آخر وہ درجن کے مکان کے اندر پہنچا کیسے؟" فریدی نے کہا۔

"اوپری منزل کافی اونچائی پر ہے۔ صدر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس کے علاوہ بھی میں نے کسی قسم کے امکانات کو نہیں چھوڑا۔ لیکن ابھی تک یہ بات نہ معلوم ہو سکی۔"

"ممکن ہے وہ باقاعدہ طور پر اندر گیا ہو۔" حمید نے کہا۔

"لیکن اُس کی واپسی پر صدر دروازہ اندر سے کس نے بند کیا۔ درجن مر چکا تھا اور کلاوتی اول تو پاگل تھی اور دوسرے وہ کمرہ مقفل تھا جس میں وہ پائی گئی تھی۔"

"ہیلی کوپٹر کے ذریعہ اُترا ہوگا۔" حمید نے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

فریدی تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آؤ چلو۔ لگے ہاتھ ساگر کی وہ قیام گاہ بھی دیکھ لیں جس کا پتہ شلی نے بتایا ہے۔"

"ضرور.... ٹھیک.... دیکھ لیجئے۔" حمید آنکھیں بند کیے ہوئے بڑبڑایا۔

کیڈی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

"کیا سو گئے؟" فریدی نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"شوہر بڑا مظلوم جانور ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیا بکتے ہو۔" فریدی بھنا کر بولا۔

"جی...!" حمید نے آنکھیں کھول دیں اور گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"میں بھی رات بھر جاگا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور جاگے ہوں گے۔ آپ کا ٹائپ دنیا سے نرالا ہے۔" حمید نے کہا اور پھر اونگھنے لگا۔

پرنس اسکوائر آ گیا تھا۔ فریدی نے کیڈی روک دی۔ حمید آنکھیں ملتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

"کہاں پہنچے؟" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"جہنم میں....!" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کب تک قیام رہے گا؟"

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

پرنس اسکوائر ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ اس میں درجنوں فلیٹ تھے۔ فریدی اور حمید تیسری منزل پر پہنچ کر داہنے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ اس لائن کی تیسرے فلیٹ کے دروازے پر "بی۔ ایل۔ باسو" کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی.... اور دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ فریدی نے دستک دی۔ اندر بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ ایک پستہ قد اور سیاہ فام آدمی کھلے ہوئے دروازے میں کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

"کیا ساگر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

"ساگر صاحب۔ کون ساگر صاحب؟ یہاں کوئی ساگر واگر نہیں رہتا۔"

"آپ کا کیا نام ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟" وہ فریدی کو غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

فریدی نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ بابا.... پولیس....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "نہیں مسٹر! یہاں کوئی ساگر نہیں رہتا۔ میں.... مسٹر.... ارے.... بی۔ ایل باسو ہوں۔"

ایک آدمی جو اُدھر سے گذر رہا تھا پولیس کا نام سن کر رک گیا۔ بی۔ ایل۔ باسو نے اُس آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "باجو والے بھائی سے پوچھ لیجئے۔ یہاں کوئی ساگر نہیں رہتا۔"

"نہیں رہتا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔ "سالا بھیجا چاٹ گیا۔ تم بولتا ہے نہیں رہتا.... رہتا تھا صاحب.... ہم سے بولا تھا۔ ہم باسو صاحب کا دوست ہے۔ سالا رات بھر ستار بجاتا تھا.... چھوکریاں رکھتا تھا۔ سونے نہیں دیتا تھا.... سالا طبلہ بھی بجاتا تھا۔"

فریدی باسو کو گھورنے لگا۔

"بائی گاڈ.... ایشور کسم.... میں نہیں جانتا۔ ایک مہینے بعد آج ہی آیا ہوں یہاں۔" باسو نے کہا۔

"تم تو نہیں تھا۔" پڑوسی نے کہا۔ "مگر اُس سالے کو یہاں ٹکا گیا تھا۔"

"میں نے کسی کو نہیں ٹکایا تھا۔ میں کسی ساگر کو نہیں جانتا۔"

"تم کہاں گئے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"پاور ہاؤس میں اسسٹنٹ انجینئر ہوں۔ ایک مہینے کی چھٹی لے کر مدراس گیا تھا۔"

"اور تم نے اپنے فلیٹ کی کنجی کسی کو نہیں دی تھی؟"

"نہیں صاحب بالکل نہیں۔"

"اور جب تم گھر میں داخل ہوئے تو تمہیں کوئی تبدیلی نہیں محسوس ہوئی؟"

"بالکل نہیں.... جیسے میں چھوڑ گیا تھا ویسا ہی پایا۔"

"ساگر کا حلیہ کیا تھا....؟" فریدی نے باسو کے پڑوسی سے پوچھا۔

اس پر اُس نے وہی حلیہ بتایا جو وہ لوگ اب تک سنتے آئے تھے۔ پھر فریدی نے شلی کا حلیہ بتا

کر اُس کے متعلق سوالات کیے اور اُس کے جوابات سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ شلی بھی اُس کے ساتھ تھی۔

"اس حلیئے کے کسی آدمی سے تمہاری جان پہچان ہے؟" فریدی نے باسو سے پوچھا۔

"نہیں صاحب، میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جس کی ناک طوطے کی چونچ جیسی ہو۔"

"میں تمہارا گھر اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"شوق سے آیئے۔ چلے آیئے۔ میں تنہا ہی رہتا ہوں۔"

فریدی اور حمید کافی دیر تک فلیٹ کا گوشہ گوشہ دیکھتے رہے لیکن کہیں کوئی خاص بات نہ معلوم ہوئی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تھکے ہارے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ فریدی کا منہ لٹکا ہوا تھا.... اور حمید وہ ہر بات سے بے پروا بڑے آرٹسٹک انداز میں اونگھ رہا تھا۔ کبھی کبھی چونک کر ذرا سی آنکھیں کھولتا اور اُس کا سر پھر جھکولے لینے لگتا۔

گھر پر رمیش فریدی کا انتظار کر رہا تھا اور اُس نے وہ خبر سنائی کہ فریدی اچھل پڑا اور اس کیس کی گمشدہ کڑیاں بڑی سرعت سے خالی جگہوں کو پُر کرنے لگیں لیکن حمید پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ وہ کھڑے کھڑے اونگھ رہا تھا۔

یہ کون؟

فریدی نے حمید کو غسل خانے میں دھکیل دیا۔ اُس کی طبیعت بُری طرح جھلائی ہوئی تھی۔ لیکن کرتا ہی کیا۔ بہر حال ٹھنڈے پانی سے غسل کر لینے کے بعد نیند اسی طرح غائب ہو گئی جیسے کبھی اُس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ سردیوں کے دنوں میں ٹھنڈا پانی کچھ ایسا ہی قاتل ہوتا ہے۔

اور پھر جب وہ دونوں گھر سے نکلے تو حمید کافی چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔

"اب کہاں؟" حمید نے پوچھا۔

"کیا تم واقعی اُس وقت سنجیدگی سے اونگھ رہے تھے جب رمیش نے ایک نئی اطلاع دی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"میں صدقِ دل سے اونگھ رہا تھا جناب۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"رمیش نے بتایا ہے کہ پچھلی رات کو درجن کے گھر کے قریب بجلی گھر کا ایک ٹرک آیا تھا اور وہاں کے تاروں کی شاید کوئی خرابی درست کی گئی تھی۔"

"تو پھر.....؟"

"اوہ تم نہیں سمجھے۔ بجلی گھر کے ٹرکوں میں لکڑی کی سیڑھیاں فٹ ہوتی ہیں۔ کیا تم نے خیال نہیں کیا کہ درجن کے گھر کی ایک دیوار میں بجلی کے تاروں کا ایک بریکٹ لگا ہوا ہے۔ اُس عمارت کے بوڑھے چوکیدار نے بتایا ہے کہ وہ ٹرک وہاں تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے تک رکا تھا اور ایک آدمی سیڑھی سے دیوار پر چڑھ کر تار ٹھیک کرتا رہا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

"ساگر بیڈن روڈ والے ہسپتال سے نو بجے فرار ہوا تھا اور تم یہ جانتے ہی ہو کہ پاور ہاؤز پولو گراؤنڈ سے نزدیک ہی ہے۔ اگر وہ وہاں سے ایک ٹرک لے کر درجن کے گھر تک آہستہ آہستہ بھی گیا ہوگا تو اُسے اس کام کیلئے کافی وقت مل گیا ہوگا۔ ہم لوگ وہاں تقریباً گیارہ بجے پہنچے تھے۔"

"تو پاور ہاؤز میں پتہ لگانے سے کیا ہوگا؟" حمید نے کہا۔ "ظاہر ہے کہ وہاں سے ٹرک چرا کر بھاگا ہوگا۔ میرے خیال سے تو ناکامی ہی ہوگی۔"

"شاید تم بھول رہے ہو کہ مسٹر بی۔ ایل باسو بھی پاور ہاؤز میں اسسٹنٹ انجینئر ہیں۔ وہ مسٹر باسو! جن کے فلیٹ پر ایک ماہ تک ایک ایسا آدمی قبضہ کئے رہا جو مسٹر باسو کیلئے بالکل اجنبی تھا۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔

"حمید صاحب اس کیس میں سچ مچ مزا آ رہا ہے۔" فریدی پھر بولا۔

"مجھے بھی مزہ آ رہا ہے۔ اگر نمونیہ ہو گیا تو اور مزہ آئے گا۔ اگر مر گیا تو پھر مزہ ہی مزہ.... قیامت تک چین کروں گا۔ ویسے مجھے اس کا افسوس ہے کہ کلاوتی سے ملاقات نہ کر سکا۔"

"اچھا ہی ہوا کہ تم نہیں تھے۔ ورنہ اڑی ہوئی ہیٹ پکڑنے دوڑتے۔ لیڈی جہانگیر والا واقعہ یاد ہے نا....؟"

پاور ہاؤز پہنچ کر وہ سیدھے چیف انجینئر کے کمرے میں چلے گئے۔ فریدی کا ملاقاتی کارڈ دیکھ کر وہ بہت تپاک سے ملا۔

"تشریف رکھئے۔" اُس نے قلم کو قلم دان میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرمایئے۔"

"یہ معلوم کرنا ہے کہ کل رات کو نو بجے سے گیارہ بجے تک تاروں کی مرمت کرنے والے ٹرک کہاں کہاں گئے تھے۔"

"کوئی خاص بات....؟" چیف انجینئر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ٹھہریئے۔ میں بتاتا ہوں۔" اُس نے کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ چپراسی اندر داخل ہوا۔

"ٹرکوں والا رجسٹر لاؤ۔" اُس نے چپراسی سے کہا اور فریدی کی طرف سگرٹوں کا ڈبہ بڑھا دیا۔

"شکریہ...!" فریدی نے ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے کہا۔ "آج صبح بڑی سردی تھی۔"

"جی ہاں.... تھی تو.... ہوا ہی کرتی ہے۔" چیف انجینئر ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد چپراسی رجسٹر لے کر واپس آ گیا۔

چیف انجینئر نے رجسٹر دیکھ کر مایوسانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

"نہیں جناب۔ کل رات کو اتفاق سے کہیں بھی کوئی ٹرک نہیں گیا۔"

"مگر مجھے تو اطلاع ملی ہے کہ کل رات کو سیتا بازار کے علاقے میں کوئی ٹرک گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مگر یہاں کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔" چیف انجینئر بولا۔ "اکثر ڈرائیور اپنی ذاتی ضروریات کے سلسلے میں بھی ٹرک لے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اس کا اعتراف نہ کرے گا۔"

"میں اعتراف کرالوں گا۔" فریدی مسکراتا ہوا بولا۔ "کیا آپ براہ کرم رات والے ڈیوٹی ڈرائیوروں کے نام لکھوا دیں گے؟ کیا میں یہ کاغذ لے سکتا ہوں؟ شکریہ....!"

فریدی نے پیپر ویٹ کے نیچے دبے ہوئے کاغذوں میں سے ایک سادہ کاغذ نکال لیا۔ چیف انجینئر رجسٹر میں دیکھ دیکھ کر نام بولتا رہا اور فریدی لکھتا رہا۔ لیکن حمید فریدی میں ایک خاص قسم کی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آپے میں نہ ہو۔ اُس نے جلدی جلدی نام لکھے

اور کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"اس تکلیف دہی کا بہت بہت شکریہ۔" اُس نے چیف انجینئر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

دونوں باہر نکل آئے۔ فریدی کی آنکھوں کی وہ خوفناک چمک بڑھتی جارہی تھی جو ایسے ہی موقعے پر دکھائی دیتی تھی جب اُس کے شکار تک اُس کا ہاتھ پہنچ چکا ہو۔

فریدی نے ڈرائیوروں سے سرسری طور پر پوچھ گچھ کی اور پھر وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد فریدی نے ایک ریستوران کے سامنے کار روک دی۔

اور پھر وہ ایک کیبن میں بیٹھے ہوئے حیرت سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ حمید کو تو حیرت ہی تھی لیکن فریدی کی آنکھوں میں کچھ اور بھی تھا۔

"کیا سمجھے؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ سمجھا کہ ابھی اور دھکے کھانے پڑیں گے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"نہیں پیارے مجرم ہاتھ آ گیا۔"

"کہاں....؟" حمید اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"کیا تم نے چیف انجینئر کو غور سے نہیں دیکھا؟" اُس نے جیب سے وہی کاغذ نکالتے ہوئے کہا جس پر اُس نے ڈرائیوروں کے نام لکھے تھے۔ اُس نے اُسے میز پر رکھ دیا۔ لیکن اُس کی نظریں ڈرائیوروں کے نام کے بجائے ایک ہلکے سے نیلے نشان پر تھیں۔ پھر اُس نے درجن والا خط بھی نکالا اور اُس پر پڑے ہوئے سرخ نشان کو دوسرے کاغذ والے نیلے نشان سے ملانے لگا۔

"ٹھیک....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا چیف انجینئر چودھری ہی ہمارا شکار ہے۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی بھلا کس طرح.... ساگر کا حلیہ!"

"ذرا تصور میں اُس کی ناک کی نوک ہونٹوں پر جھکا دو۔ کیا ساگر کا حلیہ سامنے نہیں آتا.... کشادہ پیشانی اور پتلے پتلے ہونٹ۔"

"تو کیا میک اپ؟"

"ہاں.... اور صرف ناک کا.... پلاسٹک میک اپ۔ اُسے نوکیلا بنا کر ہونٹوں پر جھکایا جا سکتا

ہے اور پھر سب سے اہم بات تو یہ کہ دونوں نشانات مل گئے سر مو فرق نہیں۔"

"کیسے نشانات؟"

"یہ نشان.... درجن کے خط والا۔ روشنائی بھری ہوئی انگلی کا نشان۔ ابھی جب ہم اُس کے کمرے میں پہنچے تھے تو وہ کچھ لکھ رہا تھا۔ قلم پکڑنے کا وہی انداز تھا جس سے بیچ کی انگلی میں ناخن کے قریب سیاہی بھر جاتی ہے۔ جب اُس نے قلم رکھا.... تو میں نے دیکھا کہ اُس کی انگلی میں سیاہی بھری ہوئی تھی اور اُس نے بے خیالی میں وہی انگلی اس سادے کاغذ پر رکھ کر اُس کی سیاہی خشک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا میں نے جان بوجھ کر یہی کاغذ پیپر ویٹ کے نیچے سے نکال کر اس پر نام لکھے۔"

"تب تو وہ مارا۔" حمید اپنی رانیں پیٹنے لگا۔

"بچپنا نہیں....!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

انہوں نے جلدی جلدی چائے پی اور پھر پاور ہاؤز کی طرف چل پڑے اور اس بار وہ دروازے پر دستک دیئے بغیر چیف انجینئر کے کمرے میں گھس گئے۔

"فرمایئے۔" وہ انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "ویسے میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ درجن کی لاش کرسی کی سطح سے نوانچ اونچی تھی۔ اس لئے اُسے خودکشی نہیں کہا جاسکتا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" چیف انجینئر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ چالاک سے چالاک مجرم بھی ایک نہ ایک دن ضرور پکڑا جاتا ہے۔"

"اور جرم کی وجہ بھی معلوم کرلی جاتی ہے۔" چیف انجینئر مسکرا کر بولا۔

اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ دونوں اس کی زد پر تھے۔ "لیکن پیارے سراغ رساں۔ یہ تو سوچو کہ میں نے اتنے قتل کیوں کیے ہیں۔"

"وہ بعد کو سوچا جائے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔ "ریوالور جیب میں رکھ لو۔ باہر پولیس ہے۔"

"ہونے دو۔ مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں.... لیکن وجہ جرم زندگی بھر نہ معلوم کرسکو گے۔ اتنا بتا سکتا ہوں کہ اصل نشانہ رمیش ہی تھا۔"

"کیوں؟ آخر اس کی وجہ۔ رمیش بڑا پیارا آدمی تھا۔" فریدی نے کہا۔ وہ دراصل اُسے باتوں میں الجھا کر ریوالور چھین لینے کی فکر میں تھا۔

"پیارا آدمی تھا۔" چیف انجینئر نے دانت پیس کر دہرایا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"لیکن اُس کے اسسٹنٹ کو کیوں مارا....؟"

"محض یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ فلم کی شوٹنگ رکوانا چاہتا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے اتنا ٹیڑھا راستہ اسی لئے اختیار کیا تھا کہ وجہ جرم کبھی منظرِ عام پر نہ آسکے۔"

"درجن سے وہ تحریر کس طرح لی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔ لیکن ریوالور اب بھی اُس کی نظر میں تھا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ چیف انجینئر بھی اُس کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ چیف انجینئر ہنسنے لگا۔

"میں نے اُسے دھوکا دیا تھا۔ شروع ہی سے وہ میرے لئے کام کر رہا تھا اور شروع ہی سے میری یہ اسکیم تھی کہ رمیش کے بعد اُسے اور شلی کو بھی ٹھکانے لگادوں گا۔ لیکن بیچ میں کلاوتی آکودی۔ آخر اُسے بھی غائب کرنا پڑا۔ اور میں نے اُس پر اپنا ایک نسخہ آزما کر اُسے پاگل کر دیا۔ شلی پر بھی تجربہ کر رہا تھا۔ لیکن اُس پر اثر نہ ہوا بس اتنا ہی ہوتا تھا کہ جب اُسے ڈوز دیا جاتا تھا تو ایک ہسٹیریا قسم کا دورہ پڑجاتا تھا اور وہ پھر ٹھیک ہو جاتی تھی۔"

"لیکن درجن کو دھوکا کس طرح دیا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔ حمید بھی اسی تاک میں تھا کہ موقع ملتے ہی ریوالور پر ہاتھ ڈال دے۔

"میں نے جب دیکھا کہ شلی غائب ہو گئی تو یہی مناسب سمجھا کہ اب اس کیس کو فوراً ہی دوسرا ٹرن دے دوں۔ میں نے درجن کو کل حالات بتائے اور اُس سے کہا کہ میں یہ جرم ڈائریکٹر مسعود کے سر تھوپنا چاہتا ہوں اور ڈائریکٹر مسعود کا طرزِ تحریر اُس کے طرزِ تحریر سے ملتا جلتا تھا۔ اس کے لئے میں نے اُسے مسعود کی تحریر کا نمونہ دکھایا جو دراصل میں نے ہی لکھا تھا۔ میں شروع ہی سے درجن کے طرزِ تحریر کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا رہا تھا کیونکہ میری اسکیم یہی تھی کہ اس سازش کے سارے مہروں کو ٹھکانے لگادوں گا۔ لیکن افسوس جلدی میں کچھ حماقتیں کر بیٹھا۔ مگر مجھے کوئی غم نہیں۔ میرا مشن کامیاب ہو گیا۔ آج سے سات سال پہلے جس بات کا بیڑا اٹھایا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔"

"لیکن رمیش کو تم ریوالور کا نشانہ بھی بنا سکتے تھے؟" فریدی نے کہا۔

"احتیاط۔ یہ سب کچھ میں نے اسی لئے کیا کہ مجھ پر پولیس کا ہاتھ نہ پڑ سکے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے اتنی احتیاط برتنا چاہتا تھا۔ نہیں پیارے سراغ

رساں ایسی بات نہیں۔ میری نظروں میں موت وحیات میں کوئی وقعت نہیں.... میں پولیس کے ہاتھوں میں پڑنے سے اس لئے ڈرتا تھا کہ وجہ جرم ظاہر ہو جائے گی اور وجہ جرم ظاہر ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ.... ایک بہت بڑا اور معزز خاندان تباہ ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وقت پولیس کی دسترس سے باہر ہو۔" فریدی نے کہا۔

"جب تک میرے ہاتھ میں ریوالور ہے میں یہی سمجھوں گا۔ اچھا اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" چیف انجینئر نے کہا۔

حمید نے ہاتھ اٹھا دیئے لیکن فریدی بدستور کھڑا رہا۔

"تم بھی اٹھاؤ۔" اُس نے گرج کر کہا.... دفعتاً حمید نے بڑے زور سے چیخ ماری۔

انجینئر جھجھک پڑا۔ بس ایک ہی پل کے لئے اُس کی نظریں اٹھیں تھیں کہ فریدی کا ہاتھ اُس کے ریوالور پر پڑ گیا۔ لیکن انجینئر کی گرفت بھی ڈھیلی نہیں تھی۔ وہ میز پر بایاں ہاتھ ٹیک کر اچھلا اور فریدی سمیت دوسری طرف فرش پر جا رہا۔

کمرے کے سامنے خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اپنے چیف انجینئر کی مدد کے لئے کمرے میں گھسنا چاہا لیکن حمید نے انہیں روک دیا۔ انہیں روکنے کے لئے لفظ پولیس ہی کافی تھا۔ ادھر وہ دونوں فرش پر قلابازیاں کھا رہے تھے۔

دفعتاً ایک فائر ہوا اور فریدی اچھل کر الگ ہٹ گیا۔ گولی انجینئر کے نچلے جبڑے کو توڑتی ہوئی سر سے نکل گئی۔ شاید آدھے منٹ تک اُس کا جسم اینٹھتا رہا۔ پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

اور پھر یہ داستان اس طرح ختم ہوئی کہ آج تک نامکمل ہے۔ فریدی عرصہ تک اسی ادھیڑ بن میں رہا کہ وجہ جرم کیا تھی؟ اُس نے انجینئر کے خاندان والوں کا بھی پتہ لگا لیا۔ رمیش کے اعزہ سے بھی ملا جو ملک کے جنوبی حصے کے باشندے تھے۔ مگر وجہ جرم آج تک نہ ظاہر ہو سکی اور نہ یہی ثابت ہو سکا کہ اُسکے اور رمیش کے خاندانوں میں کبھی کوئی ایک دوسرے سے واقف رہا ہو۔

کلاوتی آج بھی پاگل خانے میں ہے اور شلی وہ اب پھر بملا ہو گئی ہے۔

ختم شد